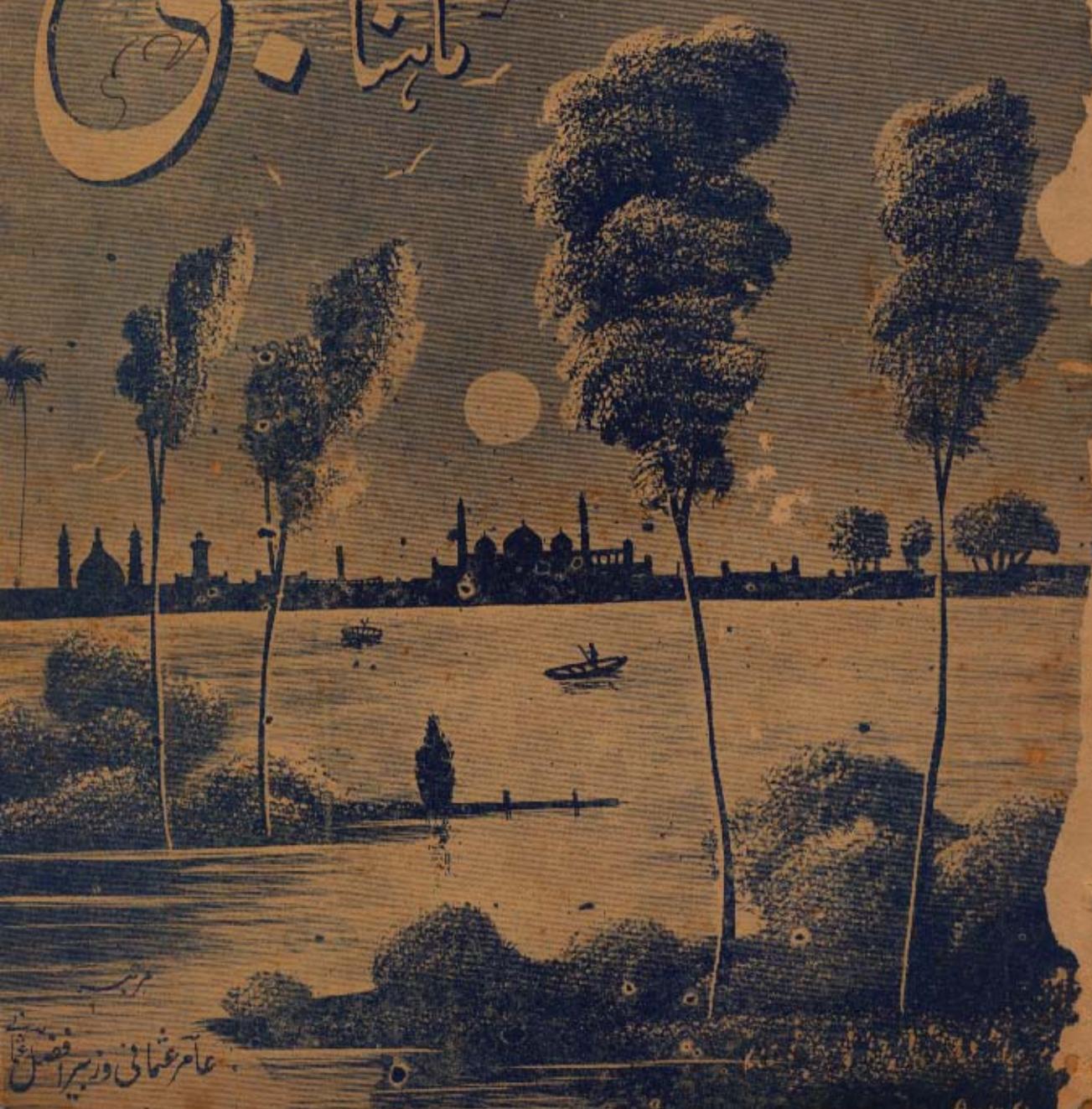


ماہنامہ  
تعلیمی  
دیوبند

MAHMAH  
TALIMI  
MONTHLY  
DEOBAND



عامر عثمانی وزیر اعلیٰ

Amir 6



حیدرآباد کے سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں منظور شدہ

جلد ۲

جلد ۲

بابت ماہ جنوری ۱۹۵۲ء مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

۸۸ فی پرچہ سات آنے ۸۸

عوام کو سالانہ قیمت پانچ روپے، فحاصلین دس پچیس تک، معاونین پچیس سے سو تک، محبتین سو سے ہزار تک

صفحہ نمبر	مضمون	صاحب مضمون
۱	آغاز سخن	ادارہ
۲	ایمان	قریب ای
۳	تجلی کی ڈاک	ادارہ
۴	دست کے نام خط	مولانا سعید صاحب
۵	سجد سے بھلے تک	پناہ عربی
۶	اقبول میرے	مشکوٰۃ
۷	مکتوبہ محمود پر مسکو	بیل حسن صاحب مدنی
۸	علم اور جماعت اسلامی ہند	عبد الکریم صاحب
۹	کھول لو گھر	ادارہ
۱۰	مشہور اسلام جدید	عابد عثمانی
۱۱	ادبیات	عابد عثمانی
۱۲	منکومات	عبدان - تھی - حیرت
۱۳	منکومات	سائر - خوش

پاکستانی حضرات و سابق سالانہ خدمت کے پتے پر بھیج کر  
 رسید دفتر تجلی کو روانہ فرمائیں۔ رسالہ جاری ہو جائے گا۔  
 سب سے پہلے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا حصہ لیں۔  
 چنانچہ محمد علی احمد صاحب نے اپنا حصہ لیا ہے۔

عابد عثمانی  
 دفتر تجلی

دیوبند

ترسیل زیادہ فرماؤ کتابت کا پتہ  
 دفتر تجلی دیوبند ضلع بہاولپور (پٹی)

عابد عثمانی پرنٹرز ایڈیٹرز پبلشرز، بہاولپور (پٹی) سے چھاپ کر اپنے دفتر تجلی دیوبند سے شائع کیا۔

# کلام

پچھلے چند شماروں سے ایسا اتفاق ہو رہا ہے کہ کئی مضامین میں جماعت اسلامی اور علماء کے نام کے نام نہاد شائقانے سے متعلق شامل تھی جو جانتے ہیں۔ اس سے بعین ناظرین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ تجلی جماعت اسلامی کا آرگن ہے۔ جو لوگ واقف افراد سے ذاتی طور پر واقف ہیں، انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ قلم کے علاوہ کوئی اور پرچہ کی ترتیب میں درپردہ شامل ہے۔ کیونکہ جہاں تک خاکسار کی قلمت کا تعلق ہے ہر دوست جانتا ہے کہ اسے نہ کبھی جماعت اسلامی سے کوئی قابل ذکر دوستی رہی ہے نہ آج ہے۔ چھ برس قبل مضامین اور جماعت اسلامی کی وکالت قلمی تھی اور کام ہے۔

میں ناظرین کو اطمینان دلانا ہوں کہ دونوں نام دینے غلط ہیں یہ تجلی کسی جماعت کا آرگن ہے۔ نہ عامر اور نہ پیر اہل صاحب کے سوا کسی کا اور اس سے تعلق ہے۔ مضامین متعلقہ کی مسلسل اشاعت کا حقیقی سبب یہ ہے کہ یہ سیاہ کار جو شہنشاہ نے آج تک مسلمانوں کے اضطراب اور بے بسی کے ساتھ دیکھے دیکھتے آئے ہیں اور جو زخمی اور زکین اور نازک مزاج ہو گیا ہے کسی بھی نئی ٹیم سے اختیار تزیین اٹھنے پر عجز ہو رہا ہے۔ پانگلوں کی طرح سر جھٹکا ہے اور ہر سب کچھ کرتا ہے جو ایک انتہا پسند وجدانی آدمی جوٹ کھا کر کر سکتا ہے۔

تقسیم کے بعد آنے والی جوں تک مصیبتوں کے احساس سے پیدا ہونے والے زخم ابھی دس ہی رہے تھے کہ اس کے ہونے سے مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کا وہ درجہ نہ سامنا نظر آیا جسے جماعت اسلامی اور علماء کرام کے اختلافات سے یاد کیا جاتا ہے۔ باوجود سچی ضبط کے دل تزیین اٹھانے اور چند تقریبات خون، الفاظ میں کہ تجلی کے صفحات پر کھینچنے سے جانتے ہی اصل حقیقت ہے وہ نہ تو میرے وہم و گمان بھی نہیں آسکتا کہ مجھ جیسے نا کارہ و مجبور کی تحریروں سے علماء کرام کی شخصیات بلند اور اعلیٰ لہجہ پر کوئی اثر پڑ سکے گا۔ میں نے تو اضطراب کے عالم

میں چند کر رہی ہیں۔ چند بو بد میں خون دل کی پگھائیں۔ اور میری ہی طرح کچھ اور لوگ بھی تھے جن کے سینوں میں سلمان اور اسلام کا درد تھا۔ انہوں نے میری خبر یاد سن کر ہلکا سا ہنساؤنی کے لئے قدم بڑھایا اور مضامین پر مضامین دفتر تجلی میں پہنچنے لگے۔ میں نے ان مضامین کو شائع کیا کہ ممکن ہے مبادا زمین کرام میں سے کوئی اللہ کا بندہ تھوڑا بہت اثر لے۔ اور آپس کا مجاہدہ و مباحثہ مسلح و صفائی کی طرف مڑ جائے۔ میں نہیں جانتا کہ میری تنہا کہاں تک پوری ہوئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے اور تجلی کے بارے میں کس نے کیا کچھ۔ مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ میں نے اپنی ناقص عقل اور سہ ماہی علم کی حد تک جس چیز کو سچی سمجھا اس کی اشاعت کر دی۔ اب اگر میرے طرز عمل سے کسی کو بدگمانیاں پیدا ہوئی ہیں یا مجھ سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئیں ہیں تو میں ہر نام مجزواً انکار اپنے پروردگار کے حضور میں طلب استغفار کرتا ہوں۔

جماعت اسلامی سے میری وابستگی کا حسین نمونہ کوئی ایسا خوف ناک الزام نہیں کہ میں اسے اپنے دامن پر دلچ کچھ کر صفائی ضروری کہوں۔ نہ یہ کوئی گناہ ہے کہ تجلی میں اس سلسلہ کے مضامین مسلسل چھپے۔ لیکن اظہار حقیقت کے لئے یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت اسلامی سے میرا دور کا بھی کوئی مضابطہ کا تعلق نہیں۔ نہ یہ کبھی اس کی مجال میں شریک ہوا ہوں۔ نہ میرے سامنے اب تک کوئی ایسی اجتماعی تحریک آئی ہے کہ جس میں ایک مسلمان کی حیثیت سے میں جماعت اسلامی کا من حیث الجماعت ساتھ دوں۔ میں نے جماعت اسلامی کا صرف لٹریچر پڑھا ہے۔ مولانا مودودی کے رشحات مطالعہ کئے ہیں۔ اور اسی کے نتیجے میں میں آج بھی کہتا ہوں اور میرا بہت سارے لوگ کہ جماعت اسلامی سے علماء کا مجاہدہ و مقاتلہ بالکل غیر منصفانہ اور وقت ضايع اور مہنی پر عصبیت ہے۔ عیب اور توراتی خدا کے سوا کس شی

میں نہیں۔ ہزار ہا ہزار صفحات پر مشتمل لٹریچر میں اگر مولانا مسعودی یا ہاشمی  
 اسلامی کے کسی اور اہل قلم نے اسے انتہا دیانتقدگی کی غلطی کی ہے تو میں  
 پوچھتا ہوں کہ آج اور احادیث صحیحہ کے سوا دنیا کا کوئی لٹریچر ہے  
 جس کی صحت کامل کا دعوے کیا جاسکتا ہو۔ اور تو چھوڑیے۔ ائمہ اور  
 مفسرین و محدثین کے ختم تسمی شاہکاروں میں بھی علماء دیوبند کب  
 ہر ہر سطر پر آتش و مسد قنا کہنے کو تیار ہوتے ہیں۔ حال ہے کہ فتح الکتا  
 بعد کتاب اللہ یعنی بخاری کے باب میں بھی اختلافی آراء درسیں و  
 تدریس میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ جماعت اسلامی کا لٹریچر یہی  
 ایسا مردود و مبغوض کیوں ہے کہ اس کے انہدام کی فکر میں مولوی  
 محمد میاں صاحب جیسے مہر جان، بصریح عالم صرف و صرف تلمذ کاری ہیں۔  
 اور مفتی دارالعلوم جیسے ذمہ دار بزرگ امتحانی انداز کی گرما گرم تکفیر و  
 تکذیب میں نہنگ ہیں۔

اگر علماء کرام کی دینی درد مند ہی اتنی ہی شدید ہے کہ  
 برائی کو دیکھ کر فاشوش نہیں بیٹھ سکتے تو بدعت و شرک کے خلاف  
 ان کا وہ جذبہ عمل کہاں گیا جو ہمارے اسلاف کا طرہ امتیاز بنا  
 ہے۔ خود نہیں۔ پیٹلوی میں پر ان کلیر کا میل لگتا ہے۔ ابھی  
 دہریہ میں حسب دستور جو چکے۔ دیوبند کے سیکڑوں آدمی ہمیں  
 جانتے ہیں جن میں سے بہت سے علماء دیوبند کے بھی عزیز و قریب  
 ہوتے ہیں۔ افسوس کہ کوئی غم و اہم کوئی اختلافی جذبہ کوئی تیرہ  
 و توحیح اس شرک جلی کے لئے درد مند ابن اسلام کی طرف سے  
 ظاہر نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حجۃ الاسلام مولانا قاسم  
 شیعہ ائمہ اور مولانا نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے پیرو ہیں  
 و تادمہ و قاسمہ چانت کے اس رقص لعین کی اسلامیت کے قائل  
 ہو گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "بھارتی رواداری" کی سیاسی  
 منطلق نے "توں کی پوجا" اور "قریبیستی" کے درمیان کوئی صلح  
 رشتہ جوڑ دیا ہے جس کے شیرا نظر و دستاویں اسلام سکوت صلحت  
 اختیار کئے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا مسعودی اور جماعت  
 اسلامی کی گوشائی کرنے سے پہلے کیا علماء دیوبند کا یہ فرض نہیں تھا  
 کہ جسے میل حاصل پر پابا ہوئے وہ اسے طوفان شرک و بدعت اور  
 طغیان قمار و شہ اب اور ختم ہر میر و بی جانی پر دھیان دیتے۔  
 ذہبی لڑائی۔ اتنا ہی کہتے کہ اس خاص وقت کی آمد سے کچھ پہلے

مسجدوں میں دعا کرتے۔ لوگوں کو گھساتے کہ بھائیو اسلام کو بدنام نہ  
 کرو۔ خدا کے عذاب مزید کو دعوت مت دو، کلیر میں سونے والے  
 بزرگ محترم کی عظمت و تقدس کو کھلوانا نہ بناؤ۔  
 اس وعظ سے بہت لوگ متاثر ہوئے تھے۔ خصوصاً وہ  
 جاہل جن کے کانوں میں اب تک آواز حق پہنچی ہی نہیں، جو خسرو  
 قلب کے ساتھ اس جن کا فہرہ ان کو عین اسلام سمجھتے ہیں مسعود  
 اصلاح پاتے۔

اور نہ پاتے تو کم از کم دعا و اعظ تو اپنے فرض سے سیکھ و دش  
 ہو جاتا۔ یہ تو نہ ہوتا کہ آج وہی لوگ جو ہمارے اکابر کے خطرات  
 و عفا کو جانتے ہیں یہ کہنے لگے ہیں کہ مفتی جسلی جیسے ناسوں کی  
 بکو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جب کہ دیوبند کے بڑے بڑے عالم کچھ  
 نہیں کہتے۔ اگر یہ جینہ اتنی ہی بڑی ہوتی تو ضرور علماء دیوبند  
 اس کے خلاف جہاد کرتے۔

اکثر و بیشتر علماء آج "غزوہ عجم" کے اس نظام حسالی  
 پر ہیں کہ ہم جیسے کمزوروں کی فریاد شیعوں سے ان کے کانوں پر جو  
 تک نہیں رینگ سکتی۔ دوسری طرف اولیاء کے لقبوں۔  
 عرسوں کے مرتبوں اور نذر و نذرانہ کے اجارہ داروں کی ذکاوت و  
 حاتمہ کے باعث اس زوروں پر عمل رہی ہیں کہ ہم جیسوں کا ایک لفظ  
 بھی سننے کی انھیں فرمت نہیں۔ لہذا ہم ان دونوں سے قطع نظر  
 کر کے اپنے ان دوستوں جو جماعت اسلامی کی طرف داری میں تجلی  
 کو آزر ہے جن کہیں گے کہ مباحثہ کی موجودہ روش کو چھوڑ کر آپ  
 اپنے اسی صلح طرز پر آجلیے جو ہمیشہ رہا ہے۔ یعنی اسلامی مسائل و  
 موضوعات کی بے لاگ تخیق و تبلیغ اور میں۔ چڑھنے والے خود ہی جان  
 لیں گے کہ آپ اسلام کے دشمن ہیں یا دوست۔ صلح میں یا مفید۔

### روزمرہ کی دعائیں

ہر چھوٹی بڑی شکل اور ہر وقت  
 کی ضروریات کیلئے زود اثر  
 دعاؤں کا مجموعہ جو احادیث صحیحہ سے منتخب کیا گیا ہے زندگی  
 کی تقریباً تمام ہی ضروریات و حالات و معمولات کے متعلق معتبر و  
 مستند دعائیں جمع کر دی گئی ہیں۔ کاغذ کتابت و طباعت انھیں و  
 اعلیٰ۔ ہدیہ جلد پیکر و پیر و ہدیہ مکتبہ جسلی دیوبند رو پنی

# چشمہ شریعت

پس منظر اسلام  
سیرت کے موضوع پر بے نظیر کتاب  
جو چار حصے یکجا جلد میں ڈسٹ کور  
قیمت - ۱۰ روپے

احکام اسلامیہ کی گہری اور سرسبز زندگی کا انکشاف

نماز، روزہ، حج - زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلامیہ کی خوبیاں اور  
مصلحتیں عقلی تشریحات - اسلام کے دین فطرت ہونے کے ثبوت  
یہ کتاب حضرت مولانا اشرف علی کی معرکتہ الآراء تصانیف میں سے  
ہے اور نہایت سلیس و عام فہم قیمت تین روپے جلد تین روپے بارہ

نثر الطیب (اردو) ایوب ہندی مولود کا صحیح طریقہ  
قیمت تین روپے جلد تین روپے بارہ آنے (دس روپے)

تحقیق الجہاد جہاد کب کیوں اور کہاں  
فرض ہونا ہے اسلام کی ابتدا  
ٹی جنگوں پر مفصل گفتگو - قیمت چار روپے (دس روپے)

تاریخ الاسلام مکمل اسلام کی ابتدائی تاریخ  
۱۸ پریم لکھے لوگوں اور بچوں  
کیلئے بہت مفید قیمت ہر حصہ مکمل ۱۰ روپے  
۱۰ روپے

بولور النوادر حضرت مولانا اشرف علی کے خاص لکھا  
مضامین کا انتخاب - دو جلدوں  
میں مکمل - قیمت بارہ روپے جلد ہندو روپے

تفسیر سورہ حجرات  
شیخ التفسیر حضرت  
علامہ شبیر احمد عثمانی

رحمت اللہ علیہ کی ایک نایاب تفسیر لکھانی چھاپائی اعلیٰ سٹیو پریس کوئٹہ

علامات قیامت قیامت کب اور کس طرح  
آنے کی مفصل جواب

قرآن حدیث کی روشنی میں علی ایڈیشن - قیمت ۱۰ روپے آنے

علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے

مجاہدان حق کے زندگی افرور کارناموں پر مشتمل ایک ہزار سے  
زائد صفحات کی مفصل و مبسوط کتاب آپ کی معلومات میں پیش  
ہوا ضابطہ کا موجب ثابت ہوگی سلیس دلچسپ اور مستند  
جلدوں میں مکمل - قیمت ہر دو جلدیں ڈسٹ کور ۱۰  
دس روپے بارہ آنے

## اتالیق عربی

کم وقت میں بغیر استاد کے عربی سکھانے والی مفید کتاب  
قرآن کے معانی سمجھنے کے شوقین حضرات کیلئے بہترین چیز ہے  
قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے - جلد تین روپے (دس روپے)

دکترہ تجلی کی فرست کتب مفت طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ - مکتبہ تجلی - دیوبند - یوپی -

# ایمان

دارجناب قمر برامی صاحب

کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا جس قدر بھی اقتدار ہے سب کی نفی چھ جائے۔ اور اللہ پر ایمان والا اپنی زندگی کے ہر گوشہ میں اللہ کی غیر مشروط اطاعت کے لئے ہر وقت تیار رہے اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا خواہ یہ ہے کہ رسول کی زندگی کو پسپے نمود بنا لے۔ اور مشروط یقین رکھ کر سنت نبوی کی اتباع ہی میں اُس کی فلاح ہے۔

اللہ کے فرشتوں پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ یقین کان کے ساتھ ہر وقت یہ سمجھتا رہے کہ اُس کے اعمال و اقوال کراما کا تین گنہ ہے۔ اور اللہ کے حکم سے معصیات اُس کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر اور فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کاموں پر متعین کیا ہے وہ سب حق ہیں۔

اللہ کی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ کامل یقین کے ساتھ اُس کتاب میں مذکورہ ہر حکم کو قابل اطاعت اور اُس سے روگردانی کو اپنے خسارہ کا باعث سمجھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضور رسالت آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”راستہ سے کسی ضروری شے کو چھو نہی ایمان کی

ایک شاخ ہے۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کتاب اللہ کا ہر حکم ایمان میں داخل اور اس کی اتباع لازم ہے چاہے وہ معروف ہے جو یا منکر ہے۔ اس کا کام سے۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ جہاد یعنی نظام حق کے قیام کی جدوجہد، صدقہ فطرہ۔ قربانی۔ رسول کی محبت۔ مسلم بھائی کی خیر خواہی۔ مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک۔ کھانا کھنا۔ اپنی زبان و ہاتھ سے دوسروں کو محفوظ رکھنا۔ حق گوئی۔ دیانت داری۔ انصاف پسندی کا اختیار کرنا۔

باقتدارت ایمان کے معنی پختا۔ بے خوف زندگی بسر کرنے کی طابقت دلانا۔ دان دینا۔

ایمان کے معنی باقتدارت شریعت { باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔۔۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا لِلَّهِ وَأَطِيعُوا لِلرَّسُولِ الْكَذِبِي تَزُولُ حُكْمًا وَرَسُولًا وَاللَّهُ يَوْمَ يُنْفِخُ فِي الصُّورِ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَ ذَلِكَ نَبِيًّا ۗ (سورۃ النساءہ رکوع ۳۱)

ترجمہ، ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ اور اُس کتاب پر ایمان جو اُس کے رسول پر اتنا ہی ہے۔ اور اُس کتاب پر بھی جو اُس کے پہلے نازل کر چکا ہے (دیکھو، جو شخص اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا انکار کرے گا ضرور وہی گمراہی میں چر جائے گا (اس لئے اس سے بچو)۔

جب مندرجہ صراحت پر آپ غور کریں گے تو آپ پر حق ہو گا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایمان باطن کے لوازمات کو بھی پورا کرے۔ جس کے کہنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ اُس کے بندے اور رسولی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یقین لائے۔ اُس کے نازل کردہ کتاب کو تسلیم کرے اور اُس کے فرشتوں پر بھی یقین رکھے۔ اور اُس کے مقدر کردہ روز و قیامت کو بھی اٹل سمجھے۔ اور اگر اس حقیقت سے انکار کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انکار کرنے والا گمراہ ہو جائیگا خدا کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اس سے ثابت چودا ہے کہ گمراہی سے انسانیت کو بچانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہ یہ کہ انسانیت اپنے خالق کی بادشاہت کے آگے ہمیشہ ٹھکی رہے۔

جھوٹ، غیبت، جھٹی، بددیانتی، گالی، بے حیائی، زنا کاری، افلاک بازی، دھوکہ دہی، فریب کاری، ظلم، حیر، فریخت و ناپ تول میں کمی، طاقتور کی خوشگوار خدمت اور پست شجر ایمان کی شاخیں ہیں۔  
 حکیم ایمانی جو یا سبھی حکم اختیار ہو یا حکم نہ کرے۔ سب کی پاجتہ دی جزو ایمان ہے۔

حضرت عمران عبد العزیز علیہ الرحمۃ جو خط عدی بن عدی کو لکھا تھا قایل ملاحظہ ہے، جس کو حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات، باب الایمان میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”بلاشبہ ایمان میں فریاض، مشرک، عہد، سنن و دخل ہیں پھر جس نے اس کو پورا کیا اس کا ایمان مکمل چوہ اور جس نے اس کو پورا نہ کیا اس کا مکمل نہ چوہ۔“

پھر خود امام بخاری نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے:—  
 ”فَاذْكَرْنَا شَيْئًا مِنْ اَلْحَسَنَاتِ لَمْ نَقْوِ نَا وَهِيَ“

(ترجمہ) یعنی پھر جب کوئی شخص نے کمال میں سے کسی حسنت کو چھوڑ دیا تو وہ ناقص ہو گا۔

پس اس لحاظ سے جو کوئی شخص کتاب پر ایمان رکھے کلامی کرتا ہے تو اس کے لئے لازم آتا ہے کہ کتاب کے ہر حصہ پر ایمان رکھے ورنہ تو ”مِنْ بَعْضِ الْكَلِمَاتِ وَتَكْفُرُ ذُنُوبُ بَعْضِهَا كَمَا مَسَّحَتْ بِرِجْلِهَا“

اب اس کے بعد اس سلسلہ کی پانچویں کڑی روز قیامت ہے

جس پر ایمان لانے سے ہر مہرہ کہ ایمان لانے کے لئے زمین و تلخ میں یہ احساس پوری تو انائی کہ ساہمہ مستحکم نیا ہر جا کریں رہے۔ کہ

جو کچھ بھی وہ اس دنیا کی زندگی میں کہے گا اس کا حساب اپنے آقا کے سامنے روز قیامت دیتا ہے۔ اور اس کو ہر لمحہ یہ خیال رہے کہ اس کے

اعمال و اقوال فرستے اس کے اعمال نامہ میں لکھ رہے ہیں اور وہ اعمال نامہ روز قیامت اس کے رب کے آگے پیش ہو گا۔ اور اس

دستاویز کی تائیدی شہادت اس کے اپنے مہرہ اور اکریں گے۔ چونکہ وہ ساری چیزیں جس پر اس کو اقتدار دیا گیا ہے اللہ کی ملک

ہیں اس کی اجازت کے بغیر یا اس کے منشاء کے خلاف کہیں بھی مطلق العنانی سے ان کا استعمال اس کے لئے جائز نہیں۔

اب ان تقاضا ہائے ایمانی کو ملنے رکھے، اور ایک ایسے

شخص کے اعمال و کردار کا جائزہ لیجئے جو ان سب تقاضوں کو پورا کرتا ہے، تو بلاشبہ آپ کہتے پھر مجبور ہو جائیں گے کہ ہر حیثیت سے اس شخص سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے ہی شخص کی زندگی بمقابلہ اس شخص کے جو ایمانیات کا منکر ہے پُر اس اور بے خوف ہو سکتی ہے اور ایسے ہی شخص کی حکومت امن و آشتی و انصاف و مساوی کا پتہ قائم دنیا کو بنا سکتی ہے۔ جس کے پاس بمقابلہ اس شخص کے جو اپنی جیٹا کا ضابطہ خود بنا کر ہے، آسمانی ضابطہ حیات ہے۔ جو پوری انسانیت کا خالق ہونے کی حیثیت سے بلا لحاظ مذہب و ملت، امیر و غریب، صغیر و کبیر کو مساوی اساس پر زندہ رہنے اور اپنے حقوق پانے کی ضمانت دیتا ہے۔ پس اسی حیثیت کو ذیل کی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے

وَكَيْفَ اتَّخَذَ اللَّهُ مَثَلًا لَشُرْكَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اَشْرَاقًا  
 يَا اَللّٰهُ مَا لَكَ لِيْزَالَ بِهٖ ظَلَمْتُمْ مَسٰلِحًا تَاٰخِرًا اِنِّى الْفَرِيْقَيْنِ اَحْسَنُ  
 يَا اَللّٰهُ مَن اَنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ هٗ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَفَرُوْا لَيْسَ بَیْنَهُمْ  
 رِبْطًا لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ اُوْدُ الشُّكْرِ لَعَلَّكُمْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَفَرُوْا لَيْسَ بَیْنَهُمْ رِبْطًا  
 (الانعام، رکوع ۱۹)

ترجمہ، جن کو تم نے شریک قرار دیا ہے ان سے میں سر طرح ڈروں حالانکہ تم کو اس بات کا خوف نہیں کہ تم اس چیز کو خدا کا شریک بتاتے

ہو۔ جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نازل نہیں کی۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ان دونوں فرق (یعنی مسلم و ناسلم) میں اس کا کون زیادہ

حق دار ہے؟ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شریک نہ کرے وہ دنیا کو بھی لوگ ہیں جن کے لئے امن ہے اور وہی ہوا بیت یا مکتبہ

اَمْ رَحِيْبَتِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا حَوْلَ الشُّبُهَاتِ اِنَّ بَعْضَكُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَرَحِيْبَتِ الْفٰلِحَاتِ سَوَآءٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَرَحِيْبَتِ الْفٰلِحَاتِ سَوَآءٌ لِّمَنْ اٰمَنَ سَوَآءٌ

سَوَآءٌ لِّمَنْ اٰمَنَ (الجماعہ، رکوع ۲)

(ترجمہ) جو لوگ نافرمانیوں کے مرکب ہوئے ہیں وہن کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل صالح (یعنی اطاعت) کرتے رہے اور ان دونوں گروہ مومن و فاجر میں

کاجینا مہرنا برابر ہو جائے۔ وہ نہایت بُرا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اب ہم آپ کی توجہ پھر اس آیت کی طرف سے جلاتے ہیں

جس میں اللہ نے اپنے پروردگار کے رسولوں اور کمالوں و فرشتوں و روز حساب پر یقین رکھنے کا مطالبہ کیا ہے اور اس سے انکار کو سب





# تعلیمی نکتے

(۱) سوالات صاف اور مختصر لکھئے (۲) سوال کے بعد جواب کے لئے جگہ چھوڑیے (۳) جو اہل سنت  
امور کے لئے قرآنی خطہ بھیجئے (۴) اگر آپ نے کوئی سوال لکھے ہیں تو ضروری نہیں کہ سب کا جواب  
ایک ہی اشاعت میں آئے (۵) جلدی سنت لکھئے بلکہ سب کے ساتھ اپنی باری کے منتظر رہئے۔  
(۶) گھسیٹ لکھے چوتے۔۔۔ یا غیر معقول سوالات شائع نہیں ہوں گے۔۔۔ نہ ان کے سلسلے میں کوئی خط  
دکھانت کی جائے گی۔

## سوال:

از عبد الرب خاں - رائے بریلی۔

- (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مشہور متین اس مسئلہ میں کہ  
زید بہ سواری ریل سفر کر رہا تھا۔ اتفاقاً وہ ریل میں پگن کر گیا  
کیا اس کو شہادت کا درجہ ملا یا نہیں؟  
(۲) پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں کو کیا شہادت کا درجہ  
ملا؟ اگر ملا ہے تو کون سی شہادت ملی؟  
(۳) شہادت کی تعریف کیجئے؟  
(۴) لاشری سے جینا ہوا روپیہ حرام ہے یا حلال؟  
(۵) جو مسلمان کو بائی مرضوں سے مرے ہیں کیا وہ بھی شہید ہوتے ہیں؟

## جواب:

- (۱) یقیناً لا۔  
(۲) لیاقت علی خاں صاحب کی شہادت میں کس کافر کو شک ہے؟  
(۳) آپ نے بالکل اس طرح سوال کیا ہے جیسے اسکول کے مسٹر لڑکوں  
سے کہتے ہیں۔۔۔ صرف "کیجئے" اور "کو" کافرق ہے۔  
انہوں کو ہم اسکول کے لڑکے نہیں۔ اس لئے آپ انداز بدل کر  
سوال کیجئے تو شاید جواب دے دیا جائے۔!  
(۴) حرام ہے۔  
(۵) بے شک ہوتے ہیں۔ لیکن شہادت کے مراتب میں فرق ہے۔ جسے

جو مرتبہ اللہ تعالیٰ مناسب سمجھیں گے عطا فرمائیں گے۔

**سوال:** از حکیم عبدالملک صاحب قریشی۔ قصبہ کمانٹھ  
انگریزی ترائش کے بال رکھنا کسی شرعی شخص کے لئے

جائز ہیں؟

## جواب:

شرعی شخص کی ایک ہی زہی! انگریزی بال ہر ایک کے  
لئے غلات شرع ہیں۔۔۔ شرمی آدمی کے تو اور بھی بڑے!

## سوال:

بچوں کو گڑا یوں سے کھینے کا جو از کس حد تک ہے۔ یعنی  
کپڑے وغیرہ کی گڑیاں بند کر لڑکیاں ان سے کھیل سکتی ہیں۔ یا ان کو  
پیشاب یا خانہ کرانا یا ان کی شادی وغیرہ کرانا شرعاً کیسا ہے؟

## جواب:

گڑیاں کھیلنے کو بلا مشرہ جائز ماننا ہرے گا۔ کیونکہ حضرت عائشہ  
کا گڑیاں کھیلنا اور آنحضرت کا اس پر منع نہ فرمانا فیصلہ کن دلیل  
ہے اس کے جو از پر۔ لفظی اعتبار سے کھیل لڑکیوں کے لئے مفید  
ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ربط و ضبط ہے اس لئے نہ لڑکی کے ساتھ جو لڑکی  
کو بڑے چکر گزارنی ہے۔

تاہم یہ مجسہ بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ گڑیوں کے مختلف اعضاء

میں تھوڑا بہت نقص کر دیا جائے تاکہ وہ جسم انسانی کی مکتل مشابہ نہ ہوں۔ جو سناڑ وغیرہ کی گڑیاں ولایت سے آتی ہیں ان کا جواز ہمارے نزدیک سخت مشتبہ ہے۔

**سوال:** (ایضاً)

مفقودہ النجب زوج کے بارے میں شرفاً کیا حکم ہے۔ جب کلاس کو لاپتہ ہوئے ۱۲ سال سے زائد ہو گئے ہیں تو دریں صورت آسکی زوجہ نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں۔

**جواب:**

زوجہ عوانتہ میں مرفوعہ داخل کر کے طلاق حاصل کرے۔ اور پھر اپنے ہٹنے چلنے والے مسلمانوں میں کسی کو بیچ مقرر کر کے اس سے توجہ کی طرف سے طلاق حاصل کرے۔ تب عدت مرگ چار ماہ دس دن گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

بعض علماء اس طرف لگے ہیں کہ عوانتی کا روانی کے بعد مزید کا روانی کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن ہماری رائے میں غیر مسلم عدالت کا فیصلہ اس خاص اسلامی مسئلہ میں غیر مشتبہ طور پر قطعی نہیں مانا جا سکتا۔ مسلمان بیچ کا واسطہ اسلامیت کے میں مطابق اور مصلحت سے قریب ہے۔

**سوال:** (ایضاً)

ایسی شادیوں میں جن میں خلاف شرع رسومات ہوتے ہیں۔ جیسے باجہ۔ آتش بازی۔ ناچ رنگ وغیرہ شرکت شرفاً کرنا کیسا ہے۔ اور بارات میں کھانے وغیرہ میں شرکت کرنی شرفاً کیسی ہے ایسی ضمن میں بلیک مارکیٹ کرنے والوں کے یہاں کھانا وغیرہ کھانا شرفاً کیسا ہے؟

**جواب:**

خلاف شرع رسومات کئی طرح کی ہیں۔ اگر ایسی ہوں کہ داخل شرکت یافتہ و فوجر بھی جا سکیں تو شرکت ناجائز ہے۔ اور ایسی نہیں بلکہ خرافات و فضولیات کہی جا سکتی ہیں تو شرکت جائز ہے۔

ناچ رنگ اور باجا گاجا داخل ضمن و فوجر ہیں۔ آتش بازی سہرا بازی اور رقم کے لین دین کی اکثر رسمیں خرافات ہیں۔

رہا بلیک مارکیٹ کرنے والوں کا معاملہ تو یہ ذرا پیڑھا ہے۔ آج کل بلیک مارکیٹ کی اصطلاح بہت رائج ہو گئی ہے۔ شکہ بعض

ایسی متاع خوری بھی بلیک مارکیٹ کہلائی جاسکتی ہے جس کا جواز مشرفاً ثابت و مسلم ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے ہم عصیت نہیں کہہ سکتے جو نفع نہیں فاحش تک پہنچتا جو مثلاً ایک روپے کی چیز چار روپے میں بیچی جائے تو زور سے اسلام وہ۔ بے شک قابل اعتراض ہے۔ لیکن آج کل کی بلیک مارکیٹیں اکثر و بیشتر خود تاجروں کی اختیار کردہ نہیں بلکہ ان کی ذمہ دار حکومت کی منتخبری ہے۔ "احتکار و اکتناز" یعنی "روک رکھنا" اور "ذخیرہ کرنا" اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اور آج کل احتکار و اکتناز کی ساری ذمہ داری حکام پر ہے نہ کہ تاجروں پر۔

پھر حال ہم رائے نہیں دے سکتے کہ آپ بلیک مارکیٹوں کے یہاں کھانا چھوڑ دیں۔ بلکہ ہمارے خیال میں تو ڈکٹا کھائیں۔ موزی کا مال کچھ تو کھائے!۔

**سوال:** (ایضاً)

مسجد میں جو اکثر چھیلکی وغیرہ ہو جاتی ہیں ان کو مارنا شرفاً کیسا ہے؟

**جواب:**

چھیلکی ویسے تو موزی جانوروں میں داخل ہے جن کا مارنا مشرفاً ضروری ہے۔ مگر سب جانتے ہیں کہ چھیلکی کو سانپ کچھو کی طرح کاٹنے کا جنون نہیں۔ بلکہ شاذ و نادر یا تو دب کر کاٹا جاتی ہے یا اتنا شرفاً سانپ وغیرہ میں گر کر اسے زہر لگا کر دیتی ہے۔ اس صورت میں یہ مناسب نہیں کہ آپ چھیلکیوں کے پیچھے مسجد میں ڈنڈا اٹھائیں البتہ اگر اتنی کثرت سے چون کرنا انہوں کے جسم سے دہنے کا خطرہ ہو سکے یا حمام یا کنوئیں میں گرنے کا اندیشہ ہو تو بے شک مار ڈالنے

**سوال:**

از محمد حسین صاحب۔ کلکتہ۔

حضور محترم! میں اکثر دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ کسی اولیاء و کرام کے مزار پر جاتے ہیں اور فاتحہ وغیرہ پڑھتے کے بعد مزار شریف کی جاؤ کو چستے ہیں اور سجدہ بھی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

**جواب:**

مزار پر صرف فاتحہ خوانی مخصوص حالات میں درست ہے عام طور پر فاتحہ میں راسم اور رواجوں کے ساتھ واجب ہے نہ کہ

کو ہر حال میں بُرا سمجھنا جا بجا نہ نہایت ہے۔

**سوال ۷:** — از امیر احمد - خواجہ۔

براہ کرم مسند درج ذیل سوال کے بارہ میں تاریخی حیثیت سے روشنی ڈال کر ممنون فرمائیے۔

بانی دارالعلوم دیوبند کے متعلق دو نام سے جانتے رہے ہیں۔ ایک شہر حضرت حاجی عابد حسین صاحب کو بانی دارالعلوم بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاجی صاحب نے مولانا فضل الرحمن صاحب اور مولانا ذوالفقار علی صاحب کی شرکت اور شور سے یہ مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس کے برخلاف جو حضرات دارالعلوم سے مزاحمت کا اہل حق سمجھے آئے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تھے نہ کہ حاجی صاحب نیز یہ حضرات حاجی صاحب کے بانی دارالعلوم ہونے کا شکر و مدد سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن کوالفٹ دارالعلوم میں جو دارالعلوم کا ترجمان ہے اور مجسم دارالعلوم کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے اس کی اشاعت رمضان ۱۳۱۲ھ کو حضرت امیر احمد پر حاجی عابد حسین صاحب کا بانی دارالعلوم ہونا نہایت وضاحت کے ساتھ بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ کھلم کھلے کہ دیوبند کے خاندان سادات کے ایک نقش بندی صاحب نسبت بزرگ حضرت حاجی عابد حسین صاحب نور اللہ مرقدہ نے مسجد چشتیہ میں حکم کیا۔ خواب میں حضور کی زیارت و بشارت سے مشرف ہوئے۔ صبح اٹھ کر مولانا فضل الرحمن صاحب مولانا ذوالفقار علی صاحب اور مولانا صاحب علی صاحب وغیرہ اکابر دیوبند کو جمع کیا بالآخر کچھ دیر کے غور و فکر اور صلاح و مشورہ کے بعد اسی مجلس میں قیام مدرسہ کی تجویز منظور ہو گئی اور چندہ کیا گیا۔ اگلے روز حضرت خانو تو جی کو تفصیلات سے باخبر کیا گیا اور کام شروع کرنے کے لئے میرٹھ سے دیوبند کے قیام کو لکھا گیا۔

کوالفٹ کی اگلی اشاعت میں پُر شوکت الفاظ میں مگر بغیر کسی دلیل کے سابقہ بیان کی تردید بھی نظر آتی ہے۔ جس نے بات کو اور زیادہ عجیبہ بنا دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ دارالعلوم کا اصل بانی و حقیقت کون ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب یا حضرت حاجی عابد حسین صاحب اور ان کے شرکاء مولانا فضل الرحمن صاحب وغیرہ جو کہ آپ آج کے صفحات میں نہایت جرات کے ساتھ حقائق کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔ اس لئے مجھے بھی یہ جرات ہوتی

کی حد تک حرام ہیں اور قبروں پر چادریں پڑھانا اور انھیں بوسہ دینا یا مسجد سے کرنا اتنے ذلیل کام ہیں کہ اسلام کو ان سے ایک ہزار میل دور رکھا ہی داسلہ نہیں۔

**سوال ۸:** — (ایضاً)

میری میری بہن زبیدہ کو سات سال کی عمر سے اس کے والدین نے پردے کی چادر پورا ہی میں تھپکے کر دیا تھا۔ قریب پانچ ماہ جوئے کر اس کی شادی ہو گئی۔ اس کا شوہر اسے آزادی کے ساتھ بے نقاب کیے اپنے ساتھ لے کر سیر و تفریح میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن زبیدہ بے نقاب ہو کر راستہ میں پھرنا پسند نہیں کرتی۔ وہ کہتی ہے کہ عورت کے لئے پردہ بے حد افضل ہے۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے غصہ کے عالم میں اسے اس کے والدین کے یہاں پہنچا دیا وہ کہتے ہیں کہ یہ میری باتیں نہیں سنتی ہے میں اسے طلاق دیدوں گا قریب ایک ماہ سے اس نے زبیدہ کے یہاں آنا جانا بھی بالکل بند کر دیا ہے۔ برائے کرم آپ ہی بتائیے کہ اب زبیدہ کیا کیسے کیا شوہر کے حکم کی تعمیل کے لئے پردہ کا خاتمہ کر دے؟

**جواب:** —

صاحب بڑا پیچیدہ ہے۔ شرعی حکم تو صاف ہے کہ معصیت میں اطاعت جائز نہیں۔ اور بے پردگی معصیت ہے۔ لہذا حکم شوہر کی عدم تعمیل درست ہے۔ لیکن زندگی کی تند و تلخ حقیقتوں اور معاشرتی پیچ و خم کے سامنے مذہبِ فاضل کی شیعہ جلائے رکھنا آسان نہیں۔ یہ مشکل ہو گیا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے۔ معنی کی حیثیت سے ہمارا فہم صرف پورا ہو گیا کہ زبیدہ حق پر ہے۔ مگر ایک دو سنت اور خیر خواہ کی حیثیت میں ہم زبیدہ کے عزیزوں کو مشورہ دیں گے کہ کسی عالم دین کی مدد کے ساتھ زبیدہ کے شوہر کو گھمانے بھگانے کی سعی کریں۔ اور بے پردگی کے مفاسد و تباہ و تاراج فرادیں۔ اگر وہ مان جائے تو خیر۔ ورنہ اس کے جنون ترقی پسندی کے کئی نفسیاتی علاج ہیں جو زبیدہ سوچ سمجھ کے کر سکتی ہے بشرطیکہ سمجھ دار ہو۔ اور اگر گھمراہ نہیں اور گستاخ ہے پردگی بھی گوارا نہیں تو آخری صورت دینی جہاد ہے۔ یعنی طلاق۔ فی الحقیقت طلاق اسی لئے رکھی گئی ہے کہ جب کسی طرح زن و شوہر میں بھٹاؤ نہ ہو سکے تو وہ زندگی ان پر باد کرتے رہیں گے۔ جگہ دو دنوں کے راستے جہاد کر دینے چاہئیں طلاق

کو یہ سزا آپ کے سامنے پیش کر کے اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ ورنہ اب تک جس سے پوچھا وہ پوری اور صحیح بات تلاش کا مناسب ہوا اگر آپ اس سوال کے جواب کو تجلی میں شائع کریں تاکہ میری طرح کے اور بہت سے لوگوں کو صحیح حقیقت معلوم ہو جائے۔

**جواب:**

تاریخی شہادتوں کے ذریعہ میرے لئے آپ کا فیصلہ کن جواب دینا بہت مشکل نہ تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ دارالعلوم کو بائبلوں میں میرے دادا مولانا فضل الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں۔ دارالعلوم کے انتظام و اتہاس میں میرے تائے مولانا حبیب الرحمن صاحب بھی ہیرو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دارالعلوم کے محرموں میں میرے اور بہت سے قرابت داروں کا نام نامی بھی منسک ہے۔ لیکن میں اس نصیہ میں اپنا وقت اور صفحات اس لئے ضائع نہیں کرنا چاہتا کہ یہ معاملہ تحقیق حق کے بدلے خالص مطلب پرستی اور عصیت سے متعلق رکھتا ہے۔ جب بھی میں نے اس سلسلہ میں کوئی تذکرہ سنا ہے اس میں وہی اسپرٹ دکھی ہے جو ایک گدی کے ذوق و حسد اور تاجداروں میں ہو ا کرتی ہے۔ وہی اسپرٹ جو بلخ و مکان کی طرح مسجدوں اور خانقاہوں کی شیشہ کاری میں کارفرما ہوتی ہے۔ جی ہاں وہی اسپرٹ جو بادشاہ کے بعد شہزادے کو اور پیر کے بعد سیرزادے کو جان نہیں بناتی ہے۔

اگر اب بھی آپ مطلب نہ سمجھے ہوں تو یوں سمجھئے کہ دارالعلوم کے بائبلوں کی تحقیق عام طور پر تاریخی حقائق کی حیثیت سے نہیں کی جاتی بلکہ دو خاندانوں میں سے ہر ایک اپنے کو اصلی باقی ثابت کرنے کی نیت سے گفتگو کرتا ہے اور اس کے آغوش میں نفسانیت، سود بازئی اور وجاہت طلبی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لہذا میں کہتا ہوں کہ اگر تاریخ حضرت حاجی عابد حسینؒ کو ہی باقی ثابت کر دے تو حضرت قاسمؒ کی نسبت کا سہارہ لینے والے جن منصفوں پر قابض ہیں کیا وہ عابدی حضرات سمجھیں سکتے ہیں؟

عابدی حضرات نہ جھولیں کہ جو قاسمی جگر گوشے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی سچی کو صرف اس خطا بردار علوم سے نکال سکتے ہیں کہ علامہ کی بے مثل علمی قابلیت ان کی "عثمانیت" سے مل کر

قاسمی خاندان کے پشت پنتیلی حقوق پر اثر انداز ہو سکتی تھی تو جھٹلا عابدی حضرات کی کیا دال گل سکتی ہے! —

**سوال:** — از عبدالمجید حیرت - رامپور۔

اس وقت روزنامہ "آغاز" (رامپور) سامنے ہے اور اس میں بخوبی ایک یہ مثنوی!

"شری اسلام خاں کی طرح کا گرسبی امیدوار شری علی احمد بھی قانون کی زد میں۔"

لفظ شری اگر ایک ہندو بھائی کی طرف سے ایک مسلمان کے لئے بولا جائے تو روا۔ لیکن اگر ایک مسلمان مسلمان کے لئے بولے تو خاکسار کے نزدیک کھلی ہوئی بد مذاقی ہی نہیں بلکہ بہت و ذمیل ذمیت کا مظاہرہ بھی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

**جواب:**

ہمارے خیال کو بھونکنے۔ ہم تو ٹھہرے لیگی! دیکھئے کہ اسلام کیا کہتا ہے! — یقین ہے کہ ہمارے دکھائے بغیر آپ اور دیگر برادرین اسلام خود ہی دیکھ لیں گے۔

عرس، تو ایساں، میٹے کوٹھے اور ایسی ہی دسیوں خراخات رفت، رختہ اسلامی چیز بنائی گئی ہیں۔ اسی طرح انگریزی نظی نے مسٹر کا لفظ مسلمانوں کے ساتھ فٹ کیا۔ اور اب رفت رفت "شری" بھی اسی مقام پر آجائے گا۔

غریب اسلام کی قسمت ہی میں ہے کہ اس کی اپنی مقدس قدس اپنے ہی پیڑوں کی جہالت و ضلالت کی نذر ہو جاتی رہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے والوں ہی سے پہنچتا رہا ہے ورنہ.....

مگر آہ ورنہ کیا..... چھوڑئے۔

**سوال:**

از مس رتوی بانو ڈھاکہ۔  
پاکیزہ رسلے مثلاً "خاتون مشرق"۔ بانو کے اور اق پر فلمی ایکٹریسیوں کی تصویریں ہیں۔ اسلام گھر میں تصویر رکھنے کی حائثیت کرتا ہے۔ تو کیا آت پر سے علیحدہ کر کے نذر آتش کو دینا چاہئے؟ یا ویسے ہی رکھتے جائیں؟

**جواب:**

تصویروں کو جلا ڈالئے۔ خاتون مشرق اور بانو والے

ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ انگریزی لباس تقویٰ کے خلاف ہے۔ تقویٰ کے دو حصے ہیں یا جامہ اور تقویٰ لباس ہی خود ہے۔ یہاں سیدنا شاہ صاحب نے بھی اس لباس کو پرہیزگار کے خلاف بتا رہے ہیں۔ حرام کی حد تک نہیں۔ تنقیح فرمائیے کہ نیشنل انگریزی لباس کے متعلق لکھیے۔ جب کہ فی زمانہ ہر ملک میں مسلمانوں کا لباس انگریزی ہے۔

**جواب :-**

آپ سے حوالہ دینے میں غالباً چونک ہو گئی ہے۔ سورہ انفاس رکوع ثانی کی پہلی آیت یہ ہے **ثُمَّ لِيَسْبُوَنَ فِي الْاَذْحَانِ ثُمَّ لِيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ**۔ اس کے فوائد میں صرف دو لائن ہیں جن میں لباس وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں۔

بہر حال جس جگہ بھی دراز اسنی کا تذکرہ ہے وہاں مراد وہ دامن ہوگی جو امیر لوگ اور بادشاہ وغیرہ کے لباسوں میں شامل رہا ہے۔ بعض بادشاہوں کے پچھلے دامن ملازمین اٹھا کر چل کریتے تھے۔ اور یہ دراز اسنی کا پیشینہ بلور اٹھا کر شمت ووجاہت امراء میں کافی رواج تھا۔

یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ گوتے یا چوٹے وغیرہ کے دامن بہت دراز نہ ہوں۔ حلقہ حق نے اس درازی کی حد پتہ لپونے کی بالائی حصہ تک رکھی ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی لباس کو خلاف تقویٰ نہیں کہا۔ انگریزی لباس شریعت حقہ کی رو سے قطعاً ناجائز اور اسلامی معاشرے کی ضد ہے۔ رہا ملی وولنج کا معاملہ تو انتہائی ندامت و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فی زمانہ تمام ہی دنیا کے مسلمان جہل و گمراہی کے طیفان میں غرق ہیں۔ اسلامی صاف و سادہ قدروں باطل تہذیب و تمدن کی ظاہر ذیہ شراب میں ڈبوئی گئی ہیں۔ ذہن و قلب مغربی تہذیب و اخلاق کے اسیر اور قرآن احمدی کی تعلیمات سے غور ہیں۔ مصر و شام اور دیگر ممالک اسلامیہ کے اکثر بیستہ مسلمانوں کو دیکھ کر کوئی نہیں پہچان سکتا کہ یہ انگریز ہیں یا مسلمان۔

لیکن تمام دنیا اگر سچ کو جھوٹ کہنے لگے۔ سب سے پہلے شخص قرآنی صدقوں سے بھر جائے۔ پھر بھی سچ اور قرآنی صدقوں سے

غالباً ظنی قضا و پر کو خود بھی جائز نہ سمجھتے ہوں۔ لیکن سچا دعویٰ برحمان کے سامنے تمہارا ڈالنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو کشائش دے اور مغفرت سے نوازے۔

**سوال :-** (ایضاً)

چہرے پر پاؤ ڈور کا استعمال از روئے شریعت کد ما ہے؟

**جواب :-**

بہت بُرا۔ لیکن اگر عورت شوہر اور صرف شوہر کی خوشنودی اور دلربائی کے لئے اسے استعمال کرتی ہے تو قطعاً جائز۔

**سوال :-** از قوا اکل۔ سہا رنور

(۱) کیا نذر اللہ کے لئے صرف دن میں نیت کر لینا کافی یا زبان سے کہنا شرط ہے؟

(۲) تجلی کے اکتوبر کے پرچے کے آخری صفحہ پر ہمدرد داخلے کی اشتہار میں ایک لڑکے کی تصویر ہے۔ آیا اس قسم کی تصویر کا چھاپنا اور رکھنا شرعاً جائز ہے؟

**جواب :-**

(۱) نیت کافی ہے۔

(۲) اس کے بارے میں ہم پہلے کئی بار تشریح کر چکے ہیں۔ اب پھر سنئے۔ کہ تصویر بنانا جائز نہیں لیکن قضا و برکی نوعیت اور محفل استعمال کے اعتبار سے ہر اتب حرمت میں فرق ہے جنہی مقاصد اور نفسانی عزائم کے سلسلہ میں تو حرمت شدید ہے۔ اس کے بعد کچھ کم۔ پھر کچھ اور کم و حلی ہذا۔

ہمدرد کی تصویر میں رونما عام کا ایک پاک ہتھوڑا نشید تجتیل کا دریا ہے۔ نیز دلی جذبہ بات کے لئے اس میں کوئی اپن نہیں۔ ان دو بات کے پیش نظر اس کی قباحت بہت بلی ہے۔ اتنی بلی کہ ایک تجلی جیسے مذہبی پرچے کی بقائے لئے سے گوارا کہا جا سکتا ہے۔

**سوال :-** از محمد زری۔ چٹا گانگ۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں تفسیر سورہ انفاس رکوع ۲۔ بیت ۱ میں شاہ صاحب نے ایک متوال لکھتے ہیں کہ۔۔۔ وہی لباس پہن جس میں پرہیزگاری ہو۔ یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے۔ دامن دوازہ ذریعے۔ دامن دراز کا کیا مطلب ہے؟ کیا دامن کا لمبا ہونا۔ یعنی ٹخنوں تک ہونا؟

اپنی جگہ اٹل رہیں گی۔

سوال: دھونی القادری۔

آپ نے نو مہینے لڑنے کے تجلی میں سوال عدہ کے جواب

میں لکھا ہے کہ امت محمدی کے سوا کسی کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

یہ غلط ہے۔۔۔۔۔

دہارسے دوست نے آگے تین صفحے یہ بات ثابت کرنے کے

لئے لکھے ہیں کہ پہلے تمام انبیاء کے ماننے والوں کو "مسلم" کہنا شرعا

واضحا قاطعہ طرح درست ہے۔ علاوہ ان میں مولانا ابو محمد امام الدین

صاحب رام نگری نے بھی اس پر ہمیں توجہ دلائی تھی۔

جواب:۔

آپ حضرات کی تنبیہ اور تصحیح کا

شکر ہے۔ میں آپ کی تحریر میں اس

لئے نہیں شائع کر رہا کہ جو کچھ

آپ نے لکھا ہے اس سے تو

مجھے بھی کوئی اختلاف نہیں

نہ کسی اور مسلمان کو ہو سکتا

ہے۔ لہذا اشاعت سے

توجہ ہو گی۔ آپ کوئی حقیقت

میرا مطلب سمجھنے میں غلط نہیں

ہوتی ہے۔ خواہ یہ میری تحسیر کا

نقص ہو یا آپ کی جلد بازی کا۔

بہر حال میرا اشارہ "اسلام" اور "مسلمان"

سے خاص اصطلاحی مفہوم تھا۔ یعنی اَلْاِسْلَامُ اَلْمَسْلُوْمُ

جس کا ترجمہ ہے "اسلام" کہلاتا ہے وہ اس یوم سے پہلے نہ تھا

اور بعد میں مسلمان کہلائے وہ اس معنی میں مسلمان ہیں جن میں نبی ہیں

پہلے کوئی امت مسلمان نہیں ہوئی۔ حضرت آدم یا کسی اور نبی کی

امت کو آپ نبوی معنی میں مسلمان کہہ لیں لیکن آنحضرت کے بعد جو

شخص حضور کے سوا کسی نبی کا پرہوسے یا کسی اور شریعت کو مانتا ہے

وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں کہلا یا جا سکتا۔

مگر یوں سمجھئے کہ آپ تمام انبیاء کے پیروں کو معنوی

اشیاء سے "مسلمان" کہتے ہیں۔ اور میں بھی اسے تسلیم کرتا ہوں۔

لیکن آنحضرت کی بعثت کے بعد "اسلام" اور "مسلمان" کے جو

معنی مشہور و مفہوم ہوئے ان معنی میں کسی نبی کی امت کو "مسلمان"

نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ امت محمدی میں "مسلمان" اس اسلام کے

حامل کا نام ہے جس کے بارے میں قرآن نے اَلَّذِي مَرَّ اَلْمَسْلُوْمُ لَكُمْ

دِشْتَكُمْ کی بشارت دی۔ ظاہر ہے کہ یہ تکمیل پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی

نیز شرط مقصد میرا اس فساد آئینہ خیال کو رد کرنا تھا کہ

کہیں کوئی آج کل کے عیسائیوں یا یہودیوں یا کسی اور نبی و رسول

قوم کو مسلمان نہ سمجھ بیٹھے۔

پھر بھی اگر میرے اس خود جواب سے کوئی غلط بات

منسب شخص ہے تو میں اپنی لغزش پر شرمندہ

اور خدا سے مغفرت کا طالب ہوں۔

اسد ہے اب میرا مطلب صاف

سمجھ لیا گیا ہو گا۔

سوال:

اور حضرت ائمان الدین

منصی

مَنْ يَدْفَعُ مَلَّةً

وَمَنْ يَدْفَعُ مَلَّةً فِي مَلَّةٍ

تو تباہی حضرت علقمہ نے

خدا سے بردا امت کیوں کی۔

حضرت عثمان غنی نے قرآن عظیم کو

کیوں جمع کیا۔ محدثین نے احادیث کو کیوں

رد کیا۔ بغرض صحت قرآن میں ارباب کیوں لگائے

گئے۔ اور فی زمانہ اساتذہ احادیث و تفاسیر پڑھا کر خواہ لیتے ہیں

ان کے دہمونیوں کا ادائیگی خدمت کا سلسلہ کیا یہ بھی بدعت نہیں۔

براہ کرم تفصیل سے روشنی ڈالئے۔

جواب:۔

جو لوگ منہ اور مباحثہ و مجادلہ کے بجائے واقعہ غلبہ

حق رکھتے ہیں ان کے لئے اس باب میں ہم چند اہم باتیں پیش کرتے ہیں

بدعت کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی۔ ایک شرعی۔ باعتبار

لغت ہر نئی بات کو بدعت کہیں گے اور باعتبار شریعت بدعت کی

# شہرہ آفاق تفسیر بیان القرآن

مشتاقا بن علوم قرآنی کو مزید ہو کہ اعلیٰ درجے کی طباعت و کتابت اور سفید و لاتی کاغذ کی "تفسیر بیان القرآن" مکمل بارہ جلد۔۔۔۔۔ آج بھی کتب خانہ تجلی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

پہلی سیٹ ۷۵ روپے

جلد اعلیٰ درد و جلد چھپتے ۷۵ روپے

مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور یو۔ پی

تعریف یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں کسی امر یا نہی کا اضافہ کرنا۔  
مسائل شرعیہ میں جب بھی بدعت پر کلام ہوگا مسرود  
شرعی معنی ہوں گے نہ کہ لغوی۔

کل بدعتہ ضلالۃ الخ۔ (ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر  
گمراہی داخل جہنم ہے) اس حدیث کے صحیح اور غیر مشتبہ ہونے میں  
کسی کو کلام نہیں۔ نہ اس کے معنی میں کوئی ابہام ہے۔ بالکل صاف  
کوہی کوہی بات ہے جس کے بعد ایک مسلمان کے لئے اس کے  
سوا چارہ نہیں کہ یا تو بدعت کو سراسر گمراہی مانے یا قول پیغمبر  
کو ٹھکرا دے۔ (معاذاً باللہ)۔ بد سے بدتر مسلمان یہ کہنے کی  
جرات تو نہیں کر سکتا کہ پیغمبر نے غلط کہا۔ لیکن نفس کے بہار سے  
تاویلات کے دریا میں غوطے مارنا ہے۔ کبھی کہتا ہے۔ یہ قول بدعت  
ستیز کے متعلق ہے۔ بدعات حسہ گمراہی نہیں۔ کبھی کہتا ہے حدیث  
ان تراویحوں کے متعلق ہے جن سے آنحضرت نے دیگر مواقع پر وکا  
ہے۔ کبھی حضرت عیسیٰ کے قول "نعمت البدعتہ ہذا" کو پیش  
کرنا ہے اور آپ کی باقی ساری زندگی کو آپ کے سلسلے کے  
اور اعمال و احوال کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

کلام طویل کی یہاں گنجائش نہیں۔ مختصر آئیوں سمجھئے کہ بدعت  
کی تعریف حسہ اور سیر کے ناموں سے کی گئی ہے وہی فی الحقیقت  
غلط ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ ایسی ایک چیز ہے جسے بعض  
انہام فقہیم کے لئے فرض کر لیا جائے۔ سرور کائنات نے جہاں  
کہیں بدعت کی برائی بیان کی ہے مطلق بدعت کا لفظ استعمال  
فرمایا ہے اگر بدعت حسہ کوئی حقیقی چیز ہوتی تو حضور یقیناً اس کے  
استثنا کے لئے صرف بدعت سیر کی برائی بیان فرماتے۔  
"بدعت حسہ" کی اصطلاح اصل میں ایک صورتی تشابہ کا نتیجہ  
ہے یعنی بعض چیزیں ایسی ہیں جو بظاہر نئی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن  
فقہاء مسلمانوں نے بھی انہیں داخل دین سمجھتے ہیں۔ لہذا بطور استثناء  
انہیں "بدعات حسہ" کا نام دے دیا گیا۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ  
نئی نہیں تھیں۔ بلکہ ان کا بنیادی سلسلہ قرآن و حدیث ہی سے ملا  
ہوا تھا۔ ان کی مثال ان مشافوں کی سی تھی جن کا یح اور حبش میں  
نہیں میں چھپی ہوئی ہونے کی وجہ سے نگاہ ظاہر کو نظر نہیں آتیں۔  
لیکن پوچھنے مندوں کے لئے ان کے پچھانے میں کوئی دشواری نہیں

بالترتیب آپ اپنے اعتراضات کو لیجئے۔

حضرت عیسیٰ نے تراویح کے بارے میں فرمایا کہ :-

نعمت البدعتہ ہذا کہ یہ کسی اچھی بدعت ہے!

فی الحقیقت حضرت عمر کی مراد یہاں لغوی معنی تھے۔ چونکہ

نہا تراویح کی وہ شکل جو حضرت عثمان نے اختیار فرمائی تھی اپنی تمام

تفصیلات کے ساتھ ایک بظاہر نئی چیز تھی۔ اس لئے صورتاً اس میں

بدعت کا تشابہ پایا جاتا تھا۔ اسی تشابہ کی بنا پر آپ نے ایک ایسا

بیان جملہ فرمایا جو اپنے سابق و سابق کے اعتبار سے ہرگز ہرگز بدعت

بدعت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

ذرا غور کیجئے۔ تراویح کا سنت ہونا غیر مشتبہ طور پر نبی کے

قول و فعل سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا :- "خدا نے تم پر دعوت

کے دوڑے فرض کئے اور میں نے اس میں قیام (نماز) سنت

بنا لیا ہے۔"

اس کے علاوہ بھی دیگر احادیث تراویح کے سنت ہونے

پر گواہ ہیں۔ اب یہ جماعت کا معاملہ تو اس کا سنت ہونا

بھی ثابت ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے مشہور رمضان میں دو بلکہ تین

راتیں باجماعت تراویح پڑھی تھیں۔ اور رمضان کے آخری عشرے

میں کئی بار پڑھی تھیں اور فرمایا تھا کہ :- "آدمی جب امام کے

ساتھ نماز ادا کر لے اور امام کے رخصت ہونے تک ٹھیرا رہتا ہے

تو اسے ساری رات کی نماز کا ثواب ملتا ہے۔"

یہ حدیث اصحاب سنن نے روایت کی ہے۔ امام احمد وغیرہ

جلیل القدر محدثین نے اس کی زیادہ تراویح باجماعت کی فضیلت

ثابت کی ہے۔ نیز جماعت کی جو صاف ترغیب اس حدیث میں ہے

وہ سنت کو موکہہ کرنے کے لئے کافی و مشافی ہے۔ علاوہ ان میں صحابہ

مسجد میں باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے تو آنحضرت کبھی نہیں

روکا۔ ان شواہد کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ تراویح باجماعت

پہلے ہی سنت مؤکدہ تھی۔ حضرت عمر نے کوئی نئی بات نہیں ایجاد

کی۔ لہذا ان کے کلام میں لفظ بدعت کو کسی طرح حقیقی شرعی معنی پر

عمول نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے قول

سے بعض بدعات کے جوڑ پر دلیل لاتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ حضرت

آنحضرت کی حیات مبارکہ میں وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ مختلف احکامات و نشاناً فرمائی باری تعالیٰ کے یہاں سے آتے رہتے تھے یہیں علوم تھا کہ کب کوئی حکم کس باب میں نازل ہو جائے۔ لہذا قرآن ترتیب دیا جاتا تو روز کی رد و بدل لازمی تھی۔ آج کوئی ایسی آیت آنری کہ اسے شروع کی کسی آیت کے ساتھ پونا چاہئے۔ کل کوئی ایسی نازل ہوئی کہ درمیان کی کسی آیت کے ساتھ اس کا جوڑ ہے۔

نیز آپ کے ہوتے ہوئے تحریف و تغیس کا خطرہ نہیں تھا۔ آپ نے وصال فرمایا تو وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ وہ اپنی آخری بیج پر قائم ہو گیا۔ اسلام کی تکمیل ہو گئی۔ اب نئی وحی آنے کا امکان نہ تھا اور تحریف و تغیس کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ لہذا قرآن کو جمع کر کے دین کی حفاظت کرنا لازمی معنی میں تو بدعت کہہ لیجئے۔ شرعی معنی میں کسی طرح بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ کام سنت نبوی کے قطعاً مطابقت احکام آپہی کے عین موافق اور بقائے اسلام کی بنیادی رکنیت تھا۔ قسم آن پر اعراب لگانا لغتاً بیشک بدعت ہے۔ لیکن شرعاً بدعت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ قرآن وحدیث کا کھلا حکم ہے کہ۔ دوسری قوموں کی طرح تم اسلام میں رد و بدل و فتنہ و فساد کی راہ اختیار نہ کرنا۔ بلکہ دین کو خالص اللہ کے لئے رکھنا۔ نیز یہ کہ اسلام تمام عالم کے لئے آخری قانون حیات ہے۔ صرف عرب یا مصر و شام تک محدود نہیں۔

اب ابتدائی دور اسلامی میں تو اعراب کی ضرورت یوں نہ تھی کہ قسم آن کی تبلیغ و ترویج عموماً عسکری داں اقوام میں ہو رہی تھی جو بغیر اعراب کے بھی اسے صحیح طرح سمجھ سکتی تھیں۔ نیز کافرو کفار کی دفتوں کے باعث یہی بڑا مرحلہ تھا کہ قرآن مجیدی صحیح کتاب معری لکھی جاسکے لہذا اعراب۔ لیکن وقت رفتہ قسم آن دور دور پھیلنا اور اس کو صحیح طرح سمجھنے کے کا سوال پیدا ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ عربی کا مدار ہی اعراب پر ہے تو جو اعراب صحیح نہ چھوٹے وہ نہ تو مطلب نکال سکتے نہ تو آپ تلاوت حاصل کر سکتے۔ کیونکہ غلط اعراب سے آسانی عبارت ہی سمجھ ہو جائے گی۔

لہذا قرآن وحدیث کے حکم کے عین مطابق ضروری ہوا کہ اقرا لکھ کر رد و بدل و تحریف و تغیس اور فساد کے اندیشے کو دور کر دیا جائے اس طرح یہ کام بدعت مسعود کے بجائے خدمت دین ہی کی ایک

کے اقوال و افعال جو شرک و بدعت کے سخت قاطع ہیں۔ ان کے سامنے پیش کئے جائیں تو ادھر ادھر کی ہاسکتے ہیں۔ علماء و فقہاء کا سلسلہ اصولی ہے کہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں صحابی کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔ بدعت کے بارے میں آنحضرت کی صریح احادیث موجود ہیں تو کیونکر حضرت عمرؓ کے قول سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کسی مسئلہ میں شرعی اور فتویٰ بدعت میں تشابہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً حضرت ابو بکر کا صدقہ و زکوٰۃ کے متعلق طسہ زر عمل۔ یا حضرت عمر کا خیر کے پودوں اور نجران کے عیسائیوں کو عرب سے جلا وطن کرانے کا معاملہ۔ تشابہ اور نماز کے طور پر کوئی انھیں بدعت کہہ دے تو جائے ہجرت نہیں۔ لیکن شرعی اعتبار سے یہ ہرگز بدعت نہیں۔

ایک اشتباہ یہ پیدا ہوا ہے کہ تراویح کی باجماعت پابندی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوئی تو اپنی زندگی میں کیوں نہ اس کا اہتمام فرماتے یا حکم دیتے۔ حضرت عمر نے پابندی کر کے گویا دین میں ایک "امر" کا اضافہ کیا۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں صحابہ اللگ اللگ اور باجماعت نوز طریقیوں پر تراویح پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت نے قائل تیسری۔ یا چوتھی شب میں جب کہ وہ جمع تھے ارشاد فرمایا کہ "میں صرف اس خیال سے نماز کے لئے برآمد نہیں ہوا کہ میں وہ تم پر فرض نہ ہو جائے"۔

اس ارشاد سے عدم پابندی کی وجہ مانع عیاں ہو گئی۔ اب ظاہر ہے کہ آں حضور کے بعد اس فرضیت کا امکان باقی نہ رہا تھا لہذا حضرت عمرؓ نے اس مذمت مؤکدہ کو اسی طرح جاری فرمایا جیسا کہ اس کا حق تھا اور عسی کہ فی الاصل آنحضرت کی رضی تھی۔ چونکہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں باقاعدہ روشنی کی اور امامت لازم قرار دی اس لئے ظاہر یہ صورت حال بدعت کے مشابہ تھی۔ کیونکہ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ پس بطور مجاز اور اطلاق ظاہری حضرت عمرؓ نے بدعت کا لفظ استعمال فرمایا جیسا کہ عربی لغت میں خود اسلام پر محدث یعنی نئی چیز بدعت، کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور نجاشی کے دور میں قریشی سفیروں کے بیان میں اسے "محدث دین" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دوسرا سوال جمع قرآن کا لیجئے۔

کڑی ہو۔

آئیں اساتذہ کی تحفہ یا مؤذنین کی تحفہ اپنی کے یا کسی اور  
دین کے بقاء اور اشاعت کے لئے مسلسل جدوجہد ضروری  
ہے۔ جیسا کہ اسوۂ رسول اور حالات صحابہ سے ثابت ہے۔ ہر زمانہ  
میں اس کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے تو دین باقی رہے گا۔ ورنہ عوام دین سے  
نا آشنا ہوتے جائیں گے۔ اب جو لوگ توفیق خداوندی سے علم دین حاصل  
کر کے اس قابل ہوں کہ دوسروں کو دین کی تعلیم دے سکیں۔ ان کے  
ذمہ اسلام بچانے کا بھی فرض کیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے روزی  
کمائیں۔ اہل اپنے لئے روزی کے ذرائع تلاش کریں۔ دونوں فرمائشیں  
جنگ اٹلی ہیں۔ یعنی دین کی تعلیم دینا اور سامان معیشت پیدا کرنا۔

اب فرض کیجئے کہ حالات ایسے ہوں جن میں یہ ممکن ہی نہ ہو کہ کوئی  
دینی تعلیم کا سلسلہ بھی کامیاب جاری رکھے اور لوگوں کو دین کی روزی اور  
فائدہ حاصل بھی خاطر خواہ انتظام ہوتا ہے تو وہ کیا کرے۔ یا تو تعلیم  
دین کی کا فرض اختیار کرے اور حقوق العباد سے انکسین بند کرے۔ اس  
طرح جہاں وہ حق تعالیٰ کی معصیت میں مبتلا ہو جائے گا۔ وہاں خود بھی  
سگے گندے زندہ رہے گا۔ جب کہ اس کی روٹی کا کوئی انتظام نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں دینی مشاغل اور دنیاوی کاموں کا بار اور تنہا رتی  
مشاغل میں ایک نفسیاتی تضاد ہے جسے ہر جوش مند جانتا ہے۔ دین کی  
تعلیم دینے والوں کو تو فی الحقیقت دین ہی کا پورا پورا پڑنا ہے اور کسی  
ہو کر یہ وہ دین کا کام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں خلفائے  
راشدین نے ملتیں اسلام اور مسلمین کو نگر معیشت سے فرار و ملی کے  
ساتھ بے نیاز کر دیا تھا۔ اور حضرت عمر ابن عبد العزیز جیسے مہربانوں  
نے دینی خدمت گاروں کو جی کھول کر وظائف دیتے تھے۔

ان نظائر کی روشنی میں اور بقلے دین کی بنیادی اہمیت  
کے پیش نظر یہ لازم ہے کہ دین کی تعلیم دینے والوں یا مسجدوں کو آباد  
رکھنے والوں کو سامان معیشت فراہم کیا جائے ورنہ وہ روزی کی خاطر  
دینی جذبات سے معذور ہو جائیں گے۔ اور اشاعت دین کا سلسلہ  
ختم ہو جائے گا۔

کیا پھر بھی کوئی ذی ہوش ان تمام مذکورہ امور پر بد معیت  
شرعی کا الزام دھر سکتا ہے؟

**سوال:** از عبد اللہ بنی۔

حدیث ہے کہ — "جس نے ایک سال کے اندر میری  
اور میرے جدا جدا ابراہیم خلیل اللہ کی قبروں کی زیارت کی میں اُسکے  
لئے جنت کا ماسن ہو جاؤں گا۔"

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں قبروں کی زیارت  
بہت اہم ہے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ علماء اس حدیث کا بالکل چرچا  
نہیں کرتے۔ براہ کرم صحیح بات ارشاد فرمائیے۔

**جواب:**

یہ حدیث سرتاسر غلط اور افتراء ہے۔ لعنت ان لوگوں پر جو  
رسول معصوم پر بھی بہتان تراشتے ہیں۔

**سوال:** از سلیم اللہ راولپنڈی۔

آپ لوگ قبروں کے دشمن اور سخت و با بی ہیں۔ حلال کہ  
حدیث یہ ہے کہ "جب کوئی معاملہ کسی طرح تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو  
اپنی قبر سے مدد حاصل کرو۔"

اس حدیث کی رو سے قبروں کی اہمیت ظاہر ہو گئی۔

اس کے بعد مسائل نے بہت ساری تفسیلات اس حدیث کے  
مناقب و فضائل میں لکھی ہے۔

**جواب:**

کرم فرما! سنی مشائخ حدیثوں پر اعتبار کر سکتے ہیں اور ان کے  
مہارت سے باطل معتقدات پر دلیلیں لانا محذور ہے۔ انگریزوں

آپ یا خود کتاب احادیث میں اس حدیث کو ڈھونڈتے اور جانچتے۔  
ورنہ اتنی اہمیت نہیں تھی تو کسی اچھے عالم دین سے پوچھتے۔

یہ حدیث سن گھڑت ہے۔ خدا حدیثیں گھڑنے والوں کو سخت  
باز پرس کرے گا۔

**سوال:** از محمد اسماعیل صدر مدرس۔ جانوں۔

خالدان بی بی کو چھوڑ کر پاکستان چلا گیا۔ وہاں سے نہ  
کوئی اطلاع ہے نہ روپیہ پیسہ۔ نہ اس کا پتہ ٹھکانا معلوم ہے۔ ایسی  
حالت میں خالدا کی بی بی کیا کرے۔ انتظار یا عقد ثانی؟

**جواب:**

انتظار!۔ زہد مفقود الخیر کے لئے میں دیکھ کر کبھی کی ڈاک پڑھتے۔

**سوال:** (ایضاً)

سینکڑوں حضرات کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہی نہیں؟ اگر نہیں تو موجودہ دور میں

کیا طریق اختیار کریں جبکہ سنی ماسی کے لئے لوگ عقلمند ہوتے ہیں؟  
**جواب:** وہ عقلمند آپ مبالغہ کر رہے ہیں۔ ہمارے دیوبند میں سکڑوں مسجدیں ہیں اور سنی علماء بھی ہیں لیکن خدا فضل سے ہر مسجد میں یہ عقلمند دستیاب نہ ہوتے۔ غیر تو سنی علماء کو بھی صورت سلسلہ یوں ہی کہہ سکتے ہیں۔ اللہ اعلم۔ اگر کسی کوئی فریضہ نماز موجود ہو تو اس کو امام بنائیں۔ درنہ ترک جماعت سے بہتر سنی مینا کیجئے۔ دیکھو امام بنا لینے۔

**سوال:** از محمد یوسف۔ بلند شہر۔

اجازت الانصاف۔ ۱۳۔ ترمذی مضافاً پر احکام و مسائل  
 عبد الغنی میں جناب مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی نے فرمایا کہ ترمذی شریفینا باب الاضحیہ تفسیر فرمایا ہے کہ ایک بکری کی قسم بانی پور سے ایک گھر کی طرف سے متعدد احادیث و عمل صحابہ سے ثابت ہے (لفظ پور سے گھر سے یہ ہی ثابت ہے کہ خواہ گھر میں کتنے ہی آدمی ہوں) اس طرح ایک بھینس پور سے سات گھروں کی جانب سے کافی ہوگی۔ غالباً یہ بالکل نیا انگلشٹا ہے۔ مطلع فرمائیے کہ آپ اور دیگر علماء سے یوں ہدایاں احادیث سے منفق ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کیوں؟

**جواب:**

ہمیں نہیں معلوم کہ ترمذی کی کوئی حدیثوں سے انصاف نے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا ہے۔ ترمذی بخاری، مسلم اور طحاوی وغیرہ میں قربانی کے باب میں جتنی احادیث ملتی ہیں ان میں ایک بھی ایسی نہیں جو مسئلہ کی اس غلط صورت کو صحیح ثابت کر سکے۔ اب سے کچھ پہلے بعض اور لوگوں نے بھی یہی بات کہی تھی جو انصاف نے کہی ہے اور ثبوت میں وہ احادیث پیش کی تھیں جن میں اس حضرت کی تمام امت کی طرف سے ایک قربانی کا تذکرہ ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ احادیث ہرگز ہرگز وہ ثابت ثابت نہیں کرتیں جو مدعی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت کی امت کی طرف سے قربانی ادا سے فرض کے طور پر نہیں بلکہ توڑ عا اور استہجاباً ہو سکتی ہے۔ اور یہاں سوال فرض کا ہے۔ جن احادیث میں آنحضرت کی اس قسم بانی کا ذکر ہے وہیں دوسرے سلسلہ روایت میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ آپ نے دو قربانیاں کیں۔ ایک اپنی اور ایک امت کی طرف سے۔ گویا ایک ادا سے

فرض کے طور پر اور ایک بطور استحباب و تواریح۔ پھر دوسرے سلسلہ روایت کو نظر انداز بھی کر دیں تو امر فقہ اور علمائے کرام کی فیصلہ کن تحریریں انھیں حدیثوں کے حواشی پر اور دیگر کتب معتبرہ میں صاف صاف ملتی ہیں۔ عمل صحابہ اور اقوال صحابہ خود کافی سند ہیں۔ حتیٰ کہ بعض علماء ایک قربانی میں دس حصوں کی طرف گئے تو فقہاء کی اکثریت نے اسے ہی مسترد کر دیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کیا کہ ایک گناہ میں سات حصہ سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اور ایک بکری دو حصوں کے لئے کافی نہیں۔

اگر کسی صحابی سے سارے گھر کے لئے ایک جانور ثابت ہے تو وہاں یہ بھی طے شدہ ہے کہ اس کے گھر میں حصوں کی تعداد سے زیادہ افراد قسم بانی کے تکلف موجود نہ ہوں گے۔ جمہور علماء و فقہاء اور ائمہ کرام کے متحدہ فیصلے کے بعد بے شمار دلائل شرعیہ کے مقابلہ میں صرف دو چار حدیثوں کی تاویل سے کوئی مسئلہ پیدا کرنا دین میں فتنے اور تحریف کا باعث ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم مدیر الانصاف سے خود بانگہ اڑا کر کریں گے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں اور مسئلہ کو اپنی جگہ اسی طرح رہنے دیں جس طرح دین کی مستند و معتبر کتابوں میں درج ہے۔

**سوال:** از منیر الدین پورنیہ۔

قبرستان کا پھل کھانا ناجائز ہے یا نہیں؟ اور قبرستان میں درخت میوے جات یا پھول وغیرہ لگانا کیسا ہے؟

**جواب:**

جو قبرستان وقف نہیں کئے گئے بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت ہیں ان کے احکام ملوکہ زمین کے سے ہیں۔ جو قبرستان وقف ہیں ان میں تجارتی نفع اندوزی کا کسی کو اختیار نہیں۔ سوائے اس کے کہ دیکھ بھال کر نیولے ملازمین کو بطور اجرت محافظت و خدمت و درخت لگانے یا کھیتی کرنے کی اجازت دیدی جائے۔

اگر وقف کرنے والا وقف کرتے ہوئے یہ شرط لگا دے کہ میں اس زمین سے جب چاہے نفع اٹھانے کا حقدار ہوں

فردا سے واپس کرنا ہے اور پھر مختلف کاموں میں لایا جاتا ہے  
گو یا یہ فرض کیا جاتا ہے کہ تصدق کی شرط پوری ہو گئی اب  
سارے اخراجات مالک نے کئے ہیں۔

اس صورت حال کو اگر ہم ناجائز کہیں تو یقیناً بہت  
سے بزرگ ہم سے حقا جو جانتے ہیں گے۔ لیکن ہم کیا کریں کہ قرآن  
و حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ جب تک واقعہ کسی مستحق کو مالک  
نہ بنا دیا جائے زکوٰۃ و صدقہ کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے  
کہ پیش نظر صورت میں تصدق تملیک یعنی قبضہ دینا اور مالک  
بنانے کی نیت بالکل نہیں ہوتی۔ بلکہ جو از کی شکل پیدا کرنی  
مقصود ہوتی ہے۔ خود قبضہ کرنے والا یہ جانتا ہے کہ یہ جو کچھ  
مجھے دیا جا رہا ہے وہ فی الحقیقت مجھے نہیں دیا جا رہا۔ بلکہ  
ایک رسمی کارروائی ہے۔

درختاری کی ایک عبارت اس باب میں قابل ملاحظہ ہے  
وقد سئل ان الجملة ان يصدق على الفقير ثم يامر  
بفعل هذه الاشياء وهل لها ان يخالف امره لم يرد  
والظاهر نعم في رد المختار وفي التبعيض ثم اشكرت الى  
انها وامره اولاد لا يجوز ان لا يكون وحيداً عنه  
في ذلك آه ثم نظرت في ذلك النظر فبقية  
الحكم سالماً۔

ہم نے اپنے عام معمول کے خلاف یہ عربی عبارت  
اس لئے نقل کر دی ہے کہ اہل علم ہماری رائے کو ذاتی  
تحقیق و جدت سمجھیں۔ بلکہ غور کریں کہ درختاری کی اس عبارت  
کے بعد جوئی تملیک کا جواز کہاں تک رہ جاتا ہے۔ تملیک  
فی الحقیقت زکوٰۃ اور صدقہ کا جواز ہے۔ جب عاقدین باصلاح  
فقہ ہر دوں سے کام لیں تو حقیقی تملیک کہاں ہو سکتی ہے۔

کئی اور حضرات نے مختلف واقعات بیان کر کے  
اس سلسلہ کے سوالات ہم سے کئے ہیں۔ ان سب کیلئے یہ  
جواب کافی ہو گا۔ مدارس کے ارباب صل و عقد فی انصاف  
مجبوریوں کے پیش نظر جو سورتیں ایجاب کی ہیں ان میں سب سے  
بہتر اور قابل عمل صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک مدرسہ میں ہزار  
روپے زکوٰۃ کے آئے۔ ہتم مدرسہ مستحق زکوٰۃ سے لے کر کیا تم

تو بے شک اس کا حق قائم ہے گا۔

قبرستان میں خود آگ آنے والے پھل دار درختوں کے  
پھل کھانے ہر ایک کے لئے جائز ہیں۔ بشرطیکہ متولی کو اس میں  
اعتراض نہ ہو۔ متولی چاہے تو انھیں وہاں کے خدمتگاروں کو  
لئے خاص کر سکتا ہے۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ اوروں کو تو منع  
کیے اور خود سارے پھل گھر منگا لے۔

**سوال:** از منیر الدین۔ پورنیہ۔

قاسم نے اپنی بیوی زاہدہ کے ہوتے ہوئے اس کی  
بہن عابدہ سے زنا کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد حالات ایسے پیش آئے  
کہ قاسم نے عابدہ سے بھی نکاح کر لیا۔ گویا دونوں بہنیں بیک  
وقت بیوی ہوئیں۔ پھر دونوں کو نمبر وار طلاق دیدی۔ اور  
کچھ دنوں میں زاہدہ مر گئی۔ اب قاسم پھر عابدہ سے نکاح کا  
طالب ہے۔ ایک عالم نے نکاح کو جائز بتایا ہے۔ براہ کرم  
آپ صحیح مشرعی فیصلے سے مطلع فرمادیں۔

**جواب:**

نکاح ہو جائے گا۔ پہلے قاسم یا عابدہ سے جو برائیاں  
صادر ہو چکی ہیں ان کا اس نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی  
مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طوائف سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے  
ایک طرف کوئی بد معاش آوارہ آدمی ہو جس نے بے شمار گناہ  
کئے ہوں۔ دوسری طرف پرانی طوائف ہو جس نے برسوں  
پیشہ کمایا ہو۔ تب بھی دونوں کا عقد نکاح بلا شہد درست ہو گا

**سوال:** از محمد ایوب۔ چنڑا

قبر بانی کی چرم تپھیوں لاوارثوں کا حق ہوتا ہے۔ کیا  
چرم مدرسہ میں دے کر معلوم اس کے پیسے کو اپنی تنخواہ میں لکھ  
سکتا ہے؟

**جواب:**

قبر بانی کی کھال کو بیچ کر تنخواہ دینا اس وقت تک جائز  
نہیں جب تک ماہر مسل شدہ رقم کو کسی مستحق کی ملکیت نہ بنایا  
جائے۔ اور وہ مستحق اپنی طرف سے دے۔ مدارس میں عام طور پر  
جو از کی شکل اس طرح پیدا جاتی ہے کہ کھالیں بیچ کر روپیہ  
برائے نام کسی مستحق فرد مدرسہ کو دے دیا جاتا ہے۔ پھر وہ

زکوٰۃ ہے۔ ہتھم زکوٰۃ کاروبار سے ادا کی قرض کے لئے دیکھ اور وہ روپیہ لے کر ہتھم کا قرض ادا کر دے۔ اس طرح گویا ہتھم کاروبار بھی وصول ہو گیا اور زکوٰۃ کی رقم بھی مدرسہ کے لئے حسب دل خواہ استعمال کے قابل ہو گئی۔ یہ صورت اگرچہ حقیقت حال کے اعتبار سے اشتباہ و احتراض سے خالی نہیں، لیکن دینی مدارس کو... زندہ کلمہ کے لئے بعض ناگزیر حالات کی رعایت بھی ضروری ہے۔

مدرسہ کی کچھ مدد کرنا چاہتے ہو۔ وہ کہے گا کہ میں تو غریب آدمی ہوں کس طرح مدد کروں۔ اس پر ہتھم کہے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں دو پیہ قرض دے سکتا ہوں جس سے تم مدد کرو۔ پھر میں تمہارے قرضے کی ادائیگی میں بھی مدد کروں گا۔ اس طرح وہ اپنے پاس سے اتنے روپیہ دیکھے۔ جتنے کہ زکوٰۃ کے آٹے ہوئے ہیں۔ یہ روپیہ وہ شخص مدرسہ کو اپنی طرف سے عطا کرے۔ اب چونکہ وہ شخص مفروض ہو چکا ہے۔ لہذا حق

## تحقیق و تہذیب و اصلاح مسلم پاکستان

پاکستان میں  
مرزا اہمیت

پاکستان میں مرزا اہمیت کا تقاضا  
اور مستقبل۔ مرزا کے پیروں  
کے لئے لمحہ فکریہ۔  
دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی  
صفحات ۷۷  
قیمت دس آنہ ۱۰

کافروں نے اسلام کو ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن سب بڑا نقصان اسلام کو ایسے مسلمانوں نے پہنچایا ہے جنہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ کر اندر ہی اندر اسلام کی جڑیں کاٹیں اور دوست دشمن کی نظر میں اسلامی اصول و عقائد کو ذلیل کیا۔ قادیانی مذہب ایسا ہی ایک باطل مذہب ہے جو اسلام کا جامہ پہنکر دنیا کو فریب دینا سے قنایا ہے جو کچھ عجیب غریب دعویٰ دلیلوں اور دینی اجتہادوں کی سفلیت کیفیت اور اسکے مقابلہ میں صحیح عقائد اور قرآنی دلیلوں کا بیان اگر ملاحظہ فرمایا جاتا ہے تو مسلم پاکستان ایک کاملاً اعتراف فرمائیے۔

صفحات سات سو۔ قیمت پندرہ روپے

تحقیق و تہذیب و اصلاح  
مرزا اہمیت  
قادیانی مذہب کے آئینہ میں قادیانی  
حضرات کی حقیقی ضد و خیال۔ جہاد کو حرام کہتے ہیں اور ہندوستان کا اٹھنا  
رہنا بہتر سمجھتے ہیں! جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت۔ قیمت صرف ۱۰

ذوق اشہرات  
قرآن کچھ کہتا ہے اور مرزا کچھ  
کہتے ہیں اور چڑھے عقل خدا نہ  
اور فلسفیانہ انداز میں اسلامی  
عقیدوں کی توہم مرثہ چودھویں  
کے ان پیروں کا خاص کا نام  
ہے۔ مگر ذوق اشہرات کی  
تقریبوں نے ساری ہوائی عمارتوں  
ڈھادی۔ اور اس کا مطالعہ سے  
ہر ذی ہوش جان گیا کہ سچ کیا ہے  
اور جھوٹ کیا۔ قیمت پندرہ

نوٹ :- جو صاحب ان چاروں کتابوں کا سٹاک ایک ساتھ منگائیں گے ان سے نمونہ ڈاک اور پیکٹ کا خرچ نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف قیمت کتاب یعنی چار روپیہ وصول کئے جائیں گے۔

میلنے کا پتہ..... مکتبہ تجلی دیوبند - ضلع سہارنپور (دہلی)

# عملیاتی یعنی چواہر خمسہ اصلی

کوئی شبہ نہیں کہ اگر کوئی عمل یا تعویذ قرآن و حدیث کی بنیاد پر جائز طور سے استعمال کیا جائے تو لازمی اپنا اثر دکھاتا ہے ہم عرصہ سے ایسی کتاب کی تلاش میں تھے جو اس سلسلہ میں تفصیلی امداد دے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری تلاش کامیاب ہوئی اور جو اہر خمسہ اصلی اردو کے کچھ نسخے ہمیں مل گئے ہیں۔ تعویذات و عملیات۔ جنات و شیاطین۔ سحر و ٹوکھات کے متعلق عجیب و غریب چیزوں سے یہ کتاب بھر پور ہے۔ دنیا کی ہر جائز ضرورت کیلئے اس میں مجرب عملیات و تعویذات موجود ہیں کوئی کتاب اس موضوع

پر آج تک اتنی مفصل و مدلل نہیں لکھی گئی اور لطف یہ ہے کہ غیر اسلامی مشرکانہ باتوں سے پاک صاف ہے۔ ہدیہ پانچ روپیہ مجلد چھ روپے رشتہ افقین جلد توجہ کریں بہت کم نسخے موجود ہیں۔ جن کے ختم ہونے پر دوبارہ اس تحفہ نادرہ کی دستیابی ممکن نہیں۔

**تفسیر فتح الغریز پارہ ۴ عم** کون ہے جو شاہ عبدالغریز محدث دہلوی کے نام سے واقف نہیں آپکی مشہور زمانہ تفسیر پارہ ۴ عم اردو عرصہ سے نایاب تھی جن اتفاق مکتبہ تجلی

کو اس چند نسخے حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوگئی ۱۹۶۱ء صفحات پر مشتمل اس تفسیر میں کیا کچھ لطائف و غرائب ہیں اس کا اندازہ وہ حضرات کر سکتے ہیں جو شاہ صاحب موصوف کی عظمت و جلالت سے واقف ہیں۔ ہدیہ چار روپے۔ مجلد پانچ روپے۔ ہر

**حیات شیخ الہند** ہند کے مشہور رہنما حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری جن میں ملک کا بچہ بچہ شیخ الہند کے لقب سے جانتا ہے۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اور تعلیمی لحاظ سے یہ ایک

قیمتی کتاب ہے جس کے مطالعہ سے حضرت موصوف کی زندگی کی ایمان افروز تفصیلات مکمل واضح ہو جاتی ہے۔ قیمت تین روپے

**تقریر ترمذی** حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف کی اردو تقریر و تفسیر۔ ہدیہ چار روپے۔ مجلد پانچ روپے

ملنے کا پتہ **مکتبہ تجلی دیوبند یوپی۔**







# پاکستان کے مستقبل

## درا ملا ابن العرب حسب الکی

**یکم دسمبر ۱۹۷۷ء** - ایک اخبار نے شرفی قائم کی ہے۔  
"پاکستانی سرحد پر ناجائز تجارت"

جہاں تک میں نے جغرافیہ پڑھا ہے پاکستان کی سرحد  
جرمنی یا امریکہ یا قطب شمالی سے ملتی ہے۔ لیکن جو لوگ مجھے نہیں  
قائل ہیں ان کا خیال ہے کہ پاکستان کی سرحد "بھارت" سے ملتی  
ہے۔۔۔ ماہرین تجارت کا کہنا ہے کہ تجارت محض ایک شخص سے نہیں  
ہوتی۔۔۔ یعنی ایک ہی شخص بیچ بھاری ہا ہے خرید بھاری ہا ہے۔ دے  
بھی رہا ہے لے بھی رہا ہے۔۔۔

تو گو یا ادھر کی دو دن باتیں اگر درست ان لی جنسا میں تو  
پاکستانی تاجروں کو تاجر کے بجائے جا دو گمانا پڑے گا۔ کہ ہندوستان  
سے تجارت بھی کر رہے ہیں اور "باجائز تجارت" کا سارا ثواب اور  
اعزاز خود لئے بیٹھے ہیں۔۔۔ اور گو یا۔۔۔ یعنی۔۔۔ مگر چھوڑنے ان  
جا دو کی باتوں کو!۔۔۔

درا کے خوب کدوں پر ریفریجریٹرز (REFRIGERATORS)  
لگا دیئے جائیں تاکہ ایشیا و خورد و نوش ٹھنڈی رہ سکیں۔۔۔ ظاہر  
ہے کہ اگر کھانے پینے کی چیزیں ٹھنڈی نہ رہیں تو ایک تو موسم کی  
گرمی پھر فوٹوں کی گرمی پھر خیالات کی گرمی ان سب گرمیوں میں  
اگر کھانے کی گرمی بھی مل گئی تو بچا اسے دیر تک نہیں جاسکے۔ اور  
دیر تک نہیں کئے تو قینا پتکھل جائے گی۔ اور جتنا کاپتکھلنا آزاد قومی  
حکومت میں قانون کے خلاف ہے۔

پس حکم کی تعمیل میں فوراً برقی فٹنگ ہو گئی۔  
لیکن آج میں درپہ خیال و فٹنگ درپہ خیال!  
فٹنگ کے بعد میں جو دبا گیا تو معلوم ہوا کہ کبلی دوڑنے  
کے لئے تیار نہیں!۔۔۔

یہ کیا؟۔۔۔ کاریگر اور وزیر پھر اسے۔۔۔ کاریگر تو  
یوں کہ کہیں ان کی مزدوری نہ ماری جائے اور وزیر یوں کہ کہیں  
کبلی کے باقی ساڑھی ذہنیت تو اختیار نہیں کر لی ہے۔۔۔  
سارے جنس کر لینے کے بعد کبلی کے انجنیئر حاضر ہی کا  
حکم ہوا۔ اور شاید کسی وزیر نے۔۔۔ یا کسی اور نے کچھ اس طرح کی  
بات کہی۔

"کیوں شہری انجنیئر۔۔۔ یہ تمہاری کبلی کس ہوا میں ہے  
کہ سرکاری تاروں میں دوڑنے سے جی پڑا رہی ہے؟"  
انجنیئر بچارہ لگے اور کہا کہ کہیں کسی کیوینٹسٹ نے برقی کنکشن  
میں کچھ گڑبڑ تو نہیں کر دی ہے۔۔۔ مگر جلد ہی ہی اسکی گھبراہٹ  
ماہرانہ جہتم میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے ریفریجریٹرز کو دکھتے ہوئے  
کہا۔۔۔ "عالیجاہ!۔۔۔ بلکہ شہریان ہا ہے یہ خطا۔ کبلی کی  
نہیں۔ بلکہ یہ ریفریجریٹرز ہی ہا بھائی۔۔۔ یعنی میرا مطلب ہے

**۱۹ دسمبر ۱۹۷۷ء** - کہتے ہیں کہ۔۔۔ اسوہ مصیبت خویش خسرواں ماند  
انقلاب زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں تھوڑی سی ترمیم  
یوں ہوتی چاہئے۔

اسوہ مصیبت خود وزیر ہی جائیں!  
پہلا مصرعہ فارسی تھا۔ یعنی بدیشی۔۔۔ اب کیا ہو گیا۔  
یعنی ویسی۔۔۔

توضیح تبدیلی کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ابھی گذشتہ گرمیوں  
میں خانہ اڈیشنز ارتقا ہند میں ایک معرکہ آرا آڈیشن آیا۔  
ہوا یہ کہ بھاری بھاری بولی سرکمانے درواہ کی مشدیہ ضرورت  
اور فطری پیدا انٹی ٹانگ کا لکھنا دیکھتے ہوئے یہ اُپاہٹے کیا کہ قومی

لے۔ سی کرنٹ کے ہیں۔۔۔!

لے۔ سی اور ڈی۔ سی کرنٹ کا نام شہ جیان چی نے بھی پوچھا ہے  
مزور سنا تھا۔ یعنی بالقطع آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ وہی میں  
ڈی سی کرنٹ ہے۔ بولے

”پھر کیا کیا جائے؟“

انجینئر صاحب نے نیاز مندانه نظر کے ساتھ جواب دیا۔  
”فکر نہ کیجئے۔ گوہتی کے اس پار لے۔ سی کرنٹ موجود ہے۔  
وہاں سے ایک لائن کے ذریعہ یہاں لایا جا سکتا ہے۔ جس کے  
بعد یہ بے سود اور غیر فیکریٹس ہرگز ہرگز چار سو میں نہ کہیں گے!“  
یہ عقول ترین و آسان ترین ترکیب سن کر فوراً عملی جانہ  
پہنلے کا حکم دیا گیا اور تھوڑی ہی مدت میں سب کام ہو گیا۔  
یعنی اسے۔ سی کرنٹ کی لائن آگئی۔ اس عمل پر غصہ نرا نہ حکومت  
کے صرف چالیس ہزار روپے صرف ہوئے۔۔۔ جی ہاں صرف  
چالیس ہزار!

خیر اب تنگ انجینئر کو بلا کر کرنٹ چالو کرنے کا حکم دیا گیا۔  
تو اس نے کہا کہ ”صنعت اسے سی اور ڈی۔ سی کرنٹ جمع کرنا غلاف  
قانون خطرناک کام ہے!“

”غلاف قانون!“ یہ غالباً وزیر صاحب کی آنکھوں کا جو  
تھا۔ ”قانون کا بچہ!“ یا ممکن ہے ”بچہ“ کی بجائے ”پتر“  
کا لفظ استعمال کیا گیا ہو۔۔۔ بہر حال انجینئر کو فوراً احساس ہو گیا  
کہ غلاف اور قانون کی بارگاہ میں قانون نگار نے کی جسارت خدا  
کی توہین کے مراد ہے جس کی سزا انوکری سے بروا سنگی سے  
لے کر پتھوں اور ٹھیکوں کی خوشخبری تک ہو سکتی ہے۔۔۔ بچا رہ  
گھٹیا کر بولا۔

”اگر حضور تحریری حکم دیں تو تعمیل حکم کر دوں گا۔“

”بس۔ اتنی سی بات“ وزیر صاحب نے ہنس کر کہا

۔۔۔ ”لو ابھی لو!“

بھلا ایک وزیر کو چند غلاف قانون الفاظ لکھنے میں کیا  
دقت تھی جب کہ قانون اس کی خانہ زاد کینز ٹھہری۔۔۔ یا ممکن  
ہے ازراہ تکلف قانونی کا دروائی کے بعد یہ تحریری اجازت ملی  
ہو۔ بہر کیف اجازت مل گئی اور کرنٹ دوڑ گیا۔ کھلنے ٹھنڈے  
ہوئے۔ کیچے تر ہو گئے۔

مگر اب سنئے۔ ایک باغی پوٹن مستری کہتا ہے کہ  
”صنعتی بلاؤں سے چالیس ہزار روپے خرچ کئے۔ تین  
روپے میں فلاں“ آ رہا ہے جس سے اسے۔ سی کو ڈی۔ سی  
اور ڈی۔ سی کو اسے۔ سی میں بد لایا جا سکتا ہے۔۔۔“

یہ حیرت انگیز انکشاف تھوڑی دیر کے لئے تو ایک بیجان  
سایر یا کر گیا۔ لیکن بیجانوں اور حیرتوں کی گودوں میں پٹے پٹے  
وزیر ایسی ذرا ذرا سی باتوں کو کہاں غافل میں لے لے دالے تھے  
جو جو اسو ہوا۔۔۔ اور ٹرا ہی کیا ہوا۔۔۔ آخر سمنے کی کان  
جنت نشان ہندوستان میں وزیروں کے اقدام و راحت پر  
ہزاروں نہیں خرچ کئے جائیں گے تو کیا کسی فقیرستان اور آذر  
یا بیجان میں خرچ کئے جائیں گے؟

زندہ باد سمنے کی چڑیا! انا بندہ باد فوٹوں کی مکس ایس۔  
اور آئندہ باد امریکہ کا گھروں!

سہر و سہمبہ **۱۹۷۷** ہمارے ایک دوست تھوٹج کا فور علی۔  
تھے یوں کہا کہ اب وہ شیخ کا فور علی کے بجائے شری کا فور علی  
ہو گئے ہیں۔ اور شہری کی حیثیت میں انھوں نے مٹی کی دوتی اپنی  
توہین سمجھی۔ لہذا صاف صاف کہہ دیا کہ تمہارا راستہ وہ اور صاف  
راستہ یہ! ”وہ“ کہتے ہوئے انھوں نے آسمان کی طرف انگلی  
اٹھائی اور ”یہ“ کہتے ہوئے نئی دہلی کی طرف!  
آسمان کا مطلب تو میری سمجھ میں آ گیا کہ تم جنت کے  
خواب دیکھے جاؤ۔ لیکن یہ نئی دہلی نہیں سمجھ میں آیا۔ دریاخت  
کیا تو جواب ملا کہ عقل کے بدھوا سہلی، پارلیمنٹ۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔  
۔۔۔ ایک سخت مندی لفظ انھوں نے بولا جو کبھی کبھی اخباروں میں  
”پارلیمنٹ“ کے لئے لکھا جاتا ہے۔

خیر۔ قصہ یہ بیان کر رہا تھا کہ ایک زمانہ میں شیخ کا فور علی  
شہر کے بہت دھنی تھے۔ ایک دن آپ کے یہاں کوئی نہ جان لے  
ہوئی نے پیسے دیئے کہ نوڈ چار انڈے لے آؤ۔ آپ نے ہاڑا سے  
انڈے خرید کر آپس کی جیب میں ڈالے اور ایک جگہ شہر میں بیٹھے  
گئے۔۔۔ حسب عادت صبح سے شام ہو گئی اور رات کو گھر پہنچے  
تو بوری ناراض تھیں۔ آپس آتا دیکھے چلے سو گئے۔

صبح کو بوری صاحبہ انھی ہی تھیں کہ شہر کے کچھ بچوں نے



اب ذرا یہ سوچئے کہ تیل کے خیموں بفر ہندوستان کا تیل کے بارے میں خود کفیل ہونے کا امکان کشادہ ہے۔

دھبہ دانے تو عیدہ نوامتا ہی پڑے گا۔

مگر اس عیدہ دگی کے دو آسان حل ہیں۔

اول یہ کہ ایران کو ہندوستان میں شامل کر لیجائے۔

دوئم یہ کہ ہندوستان کے سارے دریائوں اور ندیوں میں

ہندوستان کے بنے ہوئے خالص کو کو جم کے کشتی گودے جائیں۔

مجھے ایک ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ کو کو جم اور پانی مل کر مٹی کا تیل بن جائے

ہیں جیسا کہ اس نے کو کو جم کھانے والے کئی مریضوں کے سمعے کا

انکس رس کر کے مشاہدہ کیا ہے۔

لہذا چاروں طرف مٹی کا تیل ہے گا اور حکومت کو کو روٹوں

روپے کی شہینری اور لاکھوں مزدور لگائے بغیر تیل کی "خود کفیلی"

ہاتھ آجائے گی۔

### ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء

چشم بد دور سے ۲۲ دسمبر سے ۹ دسمبر تک

پاکستان میں "رڈ کر اس" ہفت منایا گیا۔ جانتے ہیں نا آپ ٹیکرول

سہ جی ہاں صلیب احمد!

یہ اس پاکستان کا ذکر ہے جہاں اسلامی نظام حکومت کی قیام

کا اعلان کیا گیا ہے۔ خدا رکھے۔ اگر آج کے پاکستانی ارباب مل و نقد

ڈگر سی نشینان بیت الاسلام جنت میں گئے تو قابا ہاں بھی کئی شیطان

ڈسے "کبھی مزدور دیکھا" کبھی "اوپرین کی برسی" وغیرہ مناتے ہیں گے

کیوں کہ رواداری یہ سیرتھی کی جس بنیاد پر پاکستان میں "صلیب احمد"

کا ہفتہ منایا جائز ہو سکتا ہے اسی بنیاد پر جنت میں بھی پر سب کچھ یقیناً

بنا ہو گا۔

اور پھر ایک اور لطف یہ کہ "صلیب احمد" کی ملی امداد کے ٹو

ڈراے کیلئے گئے اور ایک مسلمان لڑکی نے وہ لغزب تاج دکھایا کہ

بقول راوی دیکھنے والی بیگمات نے ایک دوسرے کے کپڑے نوج ڈالو۔

شاید ایسے ہی کسی واقعہ پر مرحوم شاعر ابی شاعر اختر شیرانی

(خدا سے جو ابر رحمت میں جگہ دے) نے کہا تھا۔

خدا کے نام پر سوچو کہ وہ میں تو اب خدا کا نام پر بھی اک گناہ کروں گا

اگر شاعر مرحوم مسلمانوں کی حالت کا گہرا مشاہدہ کرتا تو شاید دوسرا مرحوم

یوں کہتا۔۔۔ خدا کے نام پر لاکھوں گناہ کروں گا۔

کے سہ۔ لیکن اس چندے جانی اسکیم میں عمل الما فلین مزے میں

رہے اور اللہ اَلَّذِیْنَ مَارَسَہُ گئے!

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

### ۵ دسمبر ۱۹۶۸ء

اخبار ہے بلکہ کے ایڈیٹر اور ایک مضمون

نکار و محمد اسحاق صاحب کو ابھی سہ کار نے جیل کر دی۔ ٹھٹھے تو اب سا

۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو مٹی ٹھٹھ صاحب کے حکم پر حاضر عدالت ہوئے

وہاں آپ سے جو کچھ پوچھا گیا وہ تو وہی جا میں خاکسار کو بڑے مستر

راوی سے معلوم ہوا ہے کہ ایک سوال یہ بھی کیا گیا۔

"آپ لوگوں کو جو سزا دی گئی تھی کس طرح ثابت ہو کر وہ

آپ نے کاٹ لی؟"

یہ سوال بڑا ہی نازک بڑا ہی پیچیدہ اور ٹھٹھ تھا۔ ایڈیٹر

جیسا کہ ایک بیچارے کئی ہفتوں سے "ہماری جینیں" کے عنوان پر

اپنے اخبار میں مضمون لکھ رہے تھے۔ تاکہ حکومت کو جیلوں کی اصلاح

پر متوجہ کر سکیں۔ لیکن یہاں ثابت ہوا کہ ارباب حکومت نے ابھی

ان کے مضمون کا عنوان تک نہیں دیکھا ہے۔ کیوں کہ اگر وہ دیکھ

لیتی تو یقیناً مضمون نگار سے قانونی سوال کیا جاتا کہ جناب کیونکر

سہ کاری حرم سرا کے اسرار و نہانی سے واقف ہوئے؟

ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب اس کے جواب میں ذاتی تجربہ

کا ہی حوالہ دے سکتے تھے۔ لیکن یہاں تو ابھی ہی معرض بہت تھا کہ

جو سزا آپ نے کاٹی ہے وہ کیونکر ثابت ہو کر کٹ گئی؟

ہماری رائے میں اس سلسلے کے ثبوت کی طرف ایک ہی سوز

ہے اور وہ یہ کہ گاندھی جی کے مقدر قتل میں کام کرنے والے وکیلوں

اور ریاست علی کے قتل میں شرار و رسائی کرنے والے جاسوسوں کو

ایڈیٹر صاحب اپنا وکیل بنائیں۔ اخراجات اگرچہ کافی ہوں گے

لیکن ایک معرکہ اللہ حقیقت تو ثابت ہو جائیگی۔ واعلیٰنا الاموال

### ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء

ایک اطلاع ہے کہ۔۔۔

"انڈیا ایرانی تیل کیسٹی آگے چل کر ہندوستان کو تیل

کے بارے میں خود کفیل بنانے کی سعی کرے گی!"

"خود کفیل" بنانے کی اصطلاح شاید آپ بھی سمجھتے ہوں

یعنی اپنی ضرورت خود اپنے دائرہ سلطنت میں پوری کر لینا۔

**۸ دسمبر ۱۹۶۲ء** - پاکستانی اسمبلی کے صدر صاحب ڈی جی یو کیا ہے کہ اسمبلی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا کرے۔ غزواتِ شہداء اللہ جزا انما جزا۔

لیکن علامہ ابن العسقلہ ایک فاضل ایڈیٹر کے ہنگامے سے اس تذبذب میں پڑ گیا ہے کہ آیا یہ تلاوت اس لئے ہوا کرے گی کہ گویا اس کلام پاک کی تلاوت اسمبلی کا فرض ہی یا مطلب یہ ہو گا کہ یہ وہ کلام ہو جس کے خلاف کارروائی کا کام آغاز کرتے ہیں۔

خدا ہی عالم الغیب ہے۔ بظاہر تو دوسری صورت قدریں قیام معلوم ہوتی ہے۔

**۹ دسمبر ۱۹۶۲ء** - غضب کر دیا پنڈت جی نے۔ یعنی ہمارے آتش بیاں وزیر اعظم نے۔ فرماتے ہیں کہ،

"آچارہ کر پائی جی آج کل کچھ بہن کی ہنسی باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارے آچارہ جی اچھے جلسے اپنے دلش بھگتی کے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ نہرو جی نے خواہ مخواہ وہم میں ڈال دیا۔ اب آپ نے ڈاکٹروں کو دکھلایا۔ ڈاکٹر بھی اسے کیسے کہتے کہ حضور۔۔۔۔۔ حضور۔۔۔۔۔"

میرا مطلب ہے کہ ڈاکٹر اس کے سوا کیا کہتے کہ نہیں جی آپ اشارہ اللہ بالکل اچھے ہیں۔ لہذا آچارہ جی نے اعلان کیا ہے کہ،

"مجھ میں ضبط نماز بانٹ کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے۔ دماغی خرابی تو اقتدار کے ساتھ ساتھ آتی ہے اور اسلحہ پنڈت نہرو جی صاحب افتدہ ہیں۔"

صفر نے کہلے تو بہت زور لگایا ہے معلوم ہوتا ہے آچارہ جی نے شعوری بہت منطقی ضرور پڑھے ہیں۔ مگر تم ملاحظہ فرمائیں والہ صفا کہ آچارہ جی خود بھی اقتدار حاصل کرنے کی دھن میں ملوث تھے دوسرے کر رہے ہیں۔ گویا دماغی خرابی حاصل کر لی تھی وہیں میں! اگر بزرگوں اور پوسے خلقی ہوتے تو یوں کہتے کہ،

"دماغی خرابی تو وزارتِ عظمیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور وزیر اعظم پنڈت نہرو جی ہیں!"

**۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء** - ہاسپتال لیڈر شری ہرئیں سنگھ نے

آزاد پارک سہارنپور کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا،

"یہ تو ہیں مذہبوں کا کہ ہندوستان کے چار کروڑ کے چار کروڑ مسلمان عقدا میں ہیں۔ لیکن اتنا ضرور کہوں کہ ان میں سے دو کروڑ مسلمان ضرور پاکستان کے ایکٹس اور ملک کے عقدا ہیں۔"

بھگتے تو کوڑھی۔ نہ بھگتے تو اندھے۔

ہیجڑوں نے کتنا بڑا احسان کتنی عظیم ہمدردی و دوستی اک دم دو کروڑ مسلمانوں کی بخشش کر کے کی ہے۔ اللہ اللہ۔

ایک جنرل بس سے دو کروڑ غصہ آروں کو پھانسی سے بچالیا۔ اور اب مہاشے سے امید رکھیں گے کہ دو کروڑ غصہ آروں کی پھانسی کے بعد چودہ کروڑ بچے اور عورتیں بچیں گی ان کی دیکھ بھال اور سہرا وقت میں بھی وہ اسی دوستی کا ثبوت دینگے۔ چونکہ کیوں؟ اسے ہر نہیں سنگھ صاحب۔ آپ نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ چار کروڑ مرد ہی مرد ہیں۔ جن میں سے دو کروڑ کی سبھی بہت رواداری اور فراخ دلی ہے۔ لیکن ان میں سے دو کروڑ کی غصہ آری ملے پاگلنے کے بعد بالغ مسلمان کوئی نہیں بچتا۔ جس بچے اور عورتیں ہی ہیں جنہوں نے آپ کی دیاسے پاکستانی کینسی نہیں رکھی اور یا ان کینسی کے لفظ سے خیال آیا کہ ان دو کروڑ کچھ کھانا کوریشن یا تنخواہیں دینے کی پاکستان نے کیا صورت کر رکھی ہے۔ سخی آرڈر اور کرنسی پر تو آپ کا پیرہ ہے۔ کیا ریڈیو کے ذریعہ روپیہ بھرا جا رہا ہے؟

اللہ سہاری اور سب کی عقل ٹھیک کرے!

**۱۱ دسمبر ۱۹۶۲ء** - ایک مقدس بزرگ عرس کے لئے چندہ وصول کرنے کے سلسلے میں گرامر و عطا فرما رہے تھے۔ نماز کی فضیلت اور جماعت کی منقبت بیان کرتے ہوئے آپ نے عوام کو بہت اناشا اور تنبیہ کی۔

اچانک ان کے ایک عملہ دار بیچ میں بول اٹھے کہ۔ مولانا آپ ہفتہ میں ایک ہی دو بار مسجد میں آتے ہیں۔۔۔۔۔ حالانکہ۔۔۔۔۔ آگے کے الفاظ شور میں دب گئے۔ کیونکہ معتقد بننے اس گستاخ پر چڑھائی کر دی۔ کچھ دیر میں سکون ہوا مولانا نے فرمایا،

"اسے ہنسنا! بزرگوں کی قدر و منزلت تمہارے سیاہ





یوں تو اردو میں سیرت کے موضوع پر بہت کتابیں موجود ہیں لیکن حضرت مولانا عاشق الہی مرحوم کی مشہور و معروف کتاب اسلام، جن خصوصیات کی حامل ہے وہ اردو کی دوسری کتب سیرت میں نہیں ملتیں۔

چنانچہ مزمع کی نمود اور مکہ کی ابتدا سے شہد نبوی تک کے حالات اس میں ایسی دلکشی اور حسن ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں کہ واقعات کا ربط اور طرز بیان کی سلاست پڑھنے والے کی دلچسپی کو پوری طرح اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں نہ تو غیر ضروری تفصیلات سے کلام کو طویل کیا گیا ہے نہ بجا اختصار سے عبارت کو تشنہ رکھا گیا ہے۔ ایک معتدل پسندیدہ اور عام فہم انداز میں رسول کریم کی سیرت مبارکہ کی اسکی متعلقہ تفصیلات اور عمرانی و معاشرتی حالات پر عالمانہ روشنی ڈالی گئی ہے واقعات مستند میں تاریخی راست بیانی کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ قبائلی سیاست کفر و اسلام کی آویزشیں جہاد و قتال کے اسباب و اثرات فتوحات اور حزیبتیں معراج و ہجرت۔ بیعت و تبلیغ غزوات و سرایا۔ اس طرح کی تمام چیزیں اس خوبصورتی سے بیان کی گئی ہیں کہ صدیوں پہلے کا زمانہ نگاہ تصور کو زندہ و تابندہ محسوس ہونے لگتا ہے بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ تین حصوں پر مشتمل یہ کتاب خدایان رسول کے لئے تحفہ خاص ہے جس کا مطالعہ ہمت کی ضخیم کتابوں سے بے نیاز کر دے گا

تازہ ایڈیشن روشن طباعت و کتابت اور سفید کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔ تین جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں جن پر خوبصورت گردپوش نے ڈسٹ کو رسم صورت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ ہدیہ سات روپے آج ہی طلب فرمائیے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار تکلیف دہ ہوگا۔

مکتبہ محمدی - دیوبند  
یو۔ پی

# انمول بیسے

گذشتہ اشاعت میں مستقل عنوان نہ چھپ سکا۔ لہذا اس مرتبہ پورا مفہور باجاء ہے۔

(۶۱) گرجی بشری کی بنا پر مارٹا انا جائز ہے (۶۲) سو دکھانا (۵) تیم کا مال کھانا (۶) لڑائی کے روز نہ پست دکھانا (یعنی سید ابن جنگ یا چاک سے بھاگ جانا (۷) پاک دامن مومن اور سبے خبر عورتوں پر زنا کی قہمت لگانا۔ (بخاری و مسلم)

(۶۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی زنا کے وقت پورا مومن نہیں رہتا۔ اور چوری کرنے والا چوری کے وقت پورا مومن نہیں رہتا۔ اور شراب پینے والا شراب پینے کے وقت مومن کامل نہیں رہتا۔ اور (دوسروں کا) مال لوٹنے والا حیب کہ اس کو لوٹتے ہوئے لوگ دیکھ رہے ہوں پورا مومن نہیں رہتا۔ اور تم میں سے جو شخص خیانت کرتا ہے وہ خیانت کے وقت مومن کامل نہیں رہتا۔ پس تم لوگ ان تمام باتوں سے بچو۔ (بخاری و مسلم)

اور ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اور قتال جس وقت کہ کسی کو قتل کرتا ہے مومن نہیں رہتا۔ مگر حضرت راوی کا بیان ہے کہ یہ روایت سن کر میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ اہل کس طرح (لوگوں کے دلوں سے) نکال لیا جاتا ہے۔ ابن عباس نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر اور کھینچ کر بتایا اور فرمایا اس طرح ایمان کھینچ لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ابن عباس نے فرمایا اور جب آدمی ان تمام گناہوں سے تو بے کر لیتا ہے تو اسی طرح ایمان دلوں میں واپس چلا جاتا ہے اور ابو عبد اللہ (یعنی امام بخاری) کہتے ہیں کہ قاتل اور اسی طرح دوسرے گناہوں کا مرتکب پورا مومن نہیں ہوتا اور توبہ ایمان اس میں نہیں رہتا۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کو نسا گناہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا (سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ جس خدا سے تجھ کو پیدا کیا ہے تو کسی کو اس کا شریک ٹھیرا ہے) اس شخص نے پوچھا اس کے بعد کو نسا بڑا گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خیال سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھلے گی (یعنی تجھ کو است کھلا نا پڑے گا) پھر اس نے پوچھا اور اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور اللہ تعالیٰ نے (اس مسئلہ کے متعلق یہ) ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود قرار نہیں دیتے اور جس جاندار کو مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر کسی عتی کی بنا پر (مثلاً قضا) یا کسی بشری حد کی بنا پر اور زنا نہیں کرتے (آخری آیت تک) (بخاری و مسلم) (وہ نیکو کار ہیں)

(۲) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑے گناہ یہ ہیں (۱) کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا (۲) والہ پنا کی نافرمانی (۳) کسی کو بلا وجہ بشری مار ڈالنا (۴) اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری) اور اللہ کی روایت میں جھوٹی قسم کو کجاڑی جھوٹی گوہی دینا یا جانا ہے۔ (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہاک کہنے والی باتوں سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون سی باتیں ہیں۔ فرمایا (۱) کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا (۲) جس کو کہنا (۳) اس جان کو جس کو مار ڈالنا خدا نے حرام قرار دیا ہے مار ڈالنا

# جماعت اسلامی

از مولانا ابو محمد امام الدین امام نگرہی

دیکھیں مولانا ابو محمد صاحب کا جو مضمون چھپ چکا ہے۔ اس مضمون کو اس کا ضمیر سمجھئے۔ نئے پڑھنے والوں کو بھی اس میں کام کی باتیں مل جائیں گی۔ (دع)

نہیں ہے۔ اول تو اس ملک میں ایسے اپنی علم ہی کہتے ہیں جو اجتماعی اور سیاسی مسائل میں دین کا نقطہ نظر سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اور اگر کچھ لوگ ایسے ہیں بھی تو وہ ہم سے اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ دین کا اجتماعی اور سیاسی زندگی سے کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے کس طرح ممکن ہے کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کر سکیں کہ ہمارے سامنے یہ مشکلات ہیں۔ انہیں ہماری رہنمائی فرمائیے۔ اس لئے مجبوراً ہمیں اپنا کام خود ہی سنبھالنا پڑا۔ لیکن ہم یقین دلاتے ہیں کہ جس دن ہم یہ غمیں کریں گے کہ ہمارے اور ان کے نقطہ نظر میں کوئی جیسا دی فرق باقی نہیں ہے تو ہم سے زیادہ کسی کو اس بات میں خوشی نہ ہوگی کہ ہم ان کی رہنمائی سے مستفید ہو جائیں۔ اس اقتباس کو نقل کر کے مولانا ابو محمد صاحب نے مختصار کے ساتھ پھر وہی باتیں دہرہ ادی ہیں جو ان کے سابقہ مضمون میں مفصلاً مذکور ہیں۔ یعنی علماء و اکابر کی ڈیڑھ سو سال کی تاریخ گواہوں کے یہ کام کئے اور یہ یہ گفتا ہیں لکھیں۔ یہ عرض کرنا تو خلاف ادب ہوگا کہ مولانا نے اس اقتباس کا مطلب نہیں سمجھا اور یہ ماننے کو بھی دل نہیں چاہتا کہ مولانا کے نزدیک تاریخین انجیلیت بات سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ مولانا جو کچھ فرمادیں گے وہ اسے درست ہی سمجھ لیں گے یہ حال میں علی الترتیب اپنی گزارش میں کرتا ہوں۔

(۱) مولانا امین احسن نے تو یہ لکھ لکھ کر کہی تہذیب و تصادم سے جو مسائل پیش آئے ہیں ان سے آج تعرض کرنے والی صرف عجمت اسلامی ہے۔ اور مولانا ابو محمد صاحب ان کے آج کے واقعات سے

یہ ایک طرح کا اتفاق ہے کہ اگلے کرام کے نقطہ بیان پر ہیں جو مضمون لکھا تھا وہ دہرا ہوا ہے کی وجہ سے اس ماہ کے تعلیمی شائع نہ ہو سکا تھا۔ اس دو مہینوں میں اس بیان سے متعلق ماہنامہ "دارالعلوم" کے مدیر کی رائے شائع ہو چکی تھی جس پر مجھے ضمیر لکھنا پڑا تھا۔ یہی اتفاق اس موجودہ مضمون کے سلسلے میں پھر ایک بار آگیا۔ صورت واقع ہو جانے سے یہ تو میرے "تعلیمی" میں شائع ہونے سے رہ گیا۔ اور اب اس کا بھی ضمیر لکھنا پڑا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا ابو محمد صاحب کے جس مضمون پر میں نے تبصرہ کیا ہے اس پر مولانا ابو اللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند نے بھی اپنے ماہنامہ "زندگی" کو راجپور میں گفتگو فرمائی تھی۔ جس کا جواب مولانا ابو محمد صاحب نے "الجمیۃ" کے متعدد صفحہ وار ایڈیشنوں میں شائع کیا ہے۔ اس کی پہلی قسط میں جو حرفوں کے "الجمیۃ" میں شائع ہوئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کے ایک مضمون کا ایک اقتباس درج کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) موجودہ زمانہ کی روزمرہ کی زندگی میں نئی تہذیب کے تصادم سے جو مسائل پیش آئے ہیں ان سے تعرض کرنے والی اگر آج کوئی جماعت ہے تو یہی جماعت اسلامی ہے۔

(۲) کوئی ایسی جماعت موجود ہے جو ان مسائل میں اپنے علم و ثقافت کو جماعت اسلامی کے علم و ثقافت سے زیادہ لائق اعتماد سمجھتی ہے تو ہم اللہ وہ آگے بڑھے جماعت اسلامی اس کے پیچھے چلے گی۔

(۳) یہ بات کہ ہم نے اپنے سے بہتر اپنی علم کو نظر انداز کیا جو صحیح

جواب دینے کے بجائے بزرگوں کے ڈرٹھہ سو سال کے کارنامے بیان فرما رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کے علاوہ اگر آج ایسی کوئی جماعت ہے تو اس کا نشان بنانا چاہئے۔ کیا جینے طلبے ہند کے دستور اور اس کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ موجودہ تہذیب و سیاست کے پیش آمدہ مسائل سے دوچار ہو رہی ہے؟ امریکی اور برطانوی جمہوریت اور روسی اشتراکیت نے چاروں طرف سے انسانیت کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ اس کے خلاف جمعیت کیا فکری اور عملی پروگرام پیش کر رہی ہے؟

(۲) مولانا امین احسن کا لکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی جماعت اپنے علم و تقفہ کو جماعت اسلامی کے علم و تقفہ سے بہتر سمجھتی ہے تو اسے اُس کے آنا چاہئے۔ جماعت اسلامی اس کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہے۔ اس مطالبہ کا جواب بھی اکابر و اسلاف کی تاریخ نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت طلبے ہند تیار ہو تو اسے اُس کے بڑھتا اور جماعت کے ہاتھ سے علم لے لینا چاہئے۔

(۳) یہ تو ایک واقعہ ہے کہ علمائے دیوبند اور اکابر جمعیت نے کبھی جماعت اسلامی کی تائید و حمایت نہیں کی۔ اور اب تو انھوں نے فتوؤں و رسالوں، اشتہاروں اور میاٹوں کے ٹینکوں بھائی جہانوں، گولوں اور بون کے زور سے جماعت اسلامی کو نیست و نابود ہی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور پروگنڈے میں بھی اس طرز اسلوب سے کام لے رہے جو موجودہ دور کا امتیازی شعار ہے۔

(۴) مولانا محمد مہسبان نے مولانا ابو اللیث کا جواب دیتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان اور جماعت اسلامی ہند ڈی ڈی الگ الگ جماعتیں ہیں۔ تو مولانا ابو اللیث نے مولانا امین احسن کی حمایت میں رقم کیوں اٹھایا؟ مولانا محمد مہسبان صاحب کے جس مضمون پر تبصرہ کرنے کی وجہ سے مولانا ابو اللیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ اسی مضمون پر میں نے بھی تبصرہ کر لیا ہے۔ بنا بریں اصولاً یہی اعتراض مجھ پر بھی وارد ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی ذمہ داری کی حد تک میں بھی جواب عرض کر رہا ہوں۔ لیکن جو اب عرض کرنے سے پہلے دو باتیں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ایک تو یہ کہ مولانا نے اپنے سابقہ مضمون میں مولانا امین

کے دس فقرے کو تقریباً الحجز کے ایک کالم میں عیسا ہوا ہے اور اب جسے مولانا اپنے سابقہ مضمون کا حرکت قرار دے رہے ہیں اس سے درج ہی نہیں فرمایا تھا۔ جس سے مولانا کے مضمون کا پس منظر ملنے لگتا اس کے علاوہ جب مولانا اسے درست نہیں سمجھتے کہ مولانا ابو اللیث پاکستانی جماعت، و انوں کی موافقت میں تہققاتے حق بھی قلم اٹھائیں کہ جماعت اسلامی ہند کا پاکستانی جماعت سے کوئی تعلق نہیں تو مولانا ہی نے پاکستانی جماعت، و انوں کے خلاف قلم اٹھانے کی زحمت کیوں فرمائی۔ آخر جمعیت طلبے ہند کا ان سے کیا تعلق؟ اگر مولانا ایف مہسبان کو مولانا امین احسن کی تحسیر سے جمعیت طلبے ہند پر زور پڑتی ہے تو مولانا کے مضمون کا بھی بالواسطہ جماعت اسلامی ہند پر اثر پڑتا ہے۔ مولانا نے بڑی بے نفسی کے ساتھ ارشاد فرمایا جو کہ پہلے مولانا امین احسن نے کی آپ نے تو دفاع میں قلم اٹھا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ حملہ کا آغاز خود مولانا کے حلقے سے ہوا ہے۔ مولانا امین احسن ہی کا مضمون و فاعلی ہے۔ مولانا کا مضمون حملے کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ان سے پہلے جو فتوے اور رسائل وغیرہ شائع ہوئے ہیں۔ ان میں جماعت اسلامی پاکستان کے ساتھ جماعت اسلامی ہند کو بھی کھلم کھلا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مولانا سعید احمد مفتی اعظم مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا محمدی حسن صاحب صدیقی در العلوم دیوبند وغیرہ کے فتوے جو کشف حقیقت اور آئینہ تحریک مودودی کے نام سے شائع ہوئے ہیں ان کو ملاحظہ فرمائے جماعت اسلامی ہند کی طرف سے جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کو زور بنا کر در حقیقت جماعت اسلامی ہند ہی کے خلاف قلم اٹھائی گئی ہے۔

آخر میں ایک اور بات کو صاف کر دینا ہے جماعت اسلامی ہند کی طرف سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم مولانا مودودی کے افکار و خیالات کے پابند نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے افکار و خیالات یکسر غلط ہیں۔ اس سے مراد ان کے بعض جزئی افکار و خیالات ہیں۔ ورنہ اصولاً جماعت ان کو کتاب و سنت کا بہترین شارح سمجھتی اور وہ پاکستان نہیں جاپان، انگلستان یا جو اور رحمت میں چلے جائیں جب بھی جماعت اسلامی ہند ان کی عام فکر دینی کی تائید کرے گی۔ جماعت میں بعض لوگ تو ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو مولانا کے بعض افکار

جس سے فوج پر حرف آئے اور سپاہیوں کی جو صلہ فرمائی ہو۔ بالکل اسی طرح حضرت مولانا محمد میاں صاحب چاہتے ہیں کہ ہر نیک دل و بلند کواصل پسند اور حتی پرست نہیں۔ بلکہ عصمت پسند اور استاز پرست ہونا چاہئے۔

آج کی سیاست کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ اپنی پارٹی اپنی قوم اور اپنے ملک کی حمایت کر دو۔ خواہ وہ کتنی ہی ناخوش ہو اور مخالفت کی مخالفت کر دو۔ خواہ وہ کتنا ہی حتی پرست ہو۔ ایک نکلنے تک اسی قسم کی سیاست کی واپس لگنے کے لئے ہمارے بزرگوں کی ذہنیت بھی کچھ عجیب سی بنا دی ہے۔ اب وہ ہر معاملے کو اسی ذہنیت سے سمجھتے ہیں۔ اسی سے فیصلہ کرتے ہیں اور اسی ذہنیت سے اسے پیش کرتے ہیں۔ کوئی اس ذہنیت پر متعقد کرتا ہے اور اس کی قباحتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے تو خفا ہوتے ہیں اور خدا رسیدہ بزرگوں کے کارناموں کے حوالے دے دے کر اسے مہجور کر دیتے اور ڈراتے ہیں۔

مولانا کے حالیہ مضمون کے متعلق مجھے اتنا ہی عرض کرنا تھا۔ سابقہ مضمون کے تبصرے میں ابید ہے کہ مولانا کے زیر نظر مضمون کی معنی اور باتوں کے جوابات بھی مل جائیں گے۔

## جماعت اسلامی کے متعلق علماء کا طرز عمل

نمبر اول کے تبصرے میں جناب مولوی محمد ناصر صاحب مفتاحی کا جو خط جناب مولانا صاحب کے نام شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک مقام پر نفاک سارہ رقم الحروف کا نام بھی آیا ہے۔ اور جماعت اسلامی والوں سے بھی ایک سوال کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ چند باتیں عرض کر دی جائیں۔

مولانا صاحب نے اپنی تحریر میں مولانا آزاد اور جماعت اسلامی والوں کے بارے میں علماء کرام کے اختلاف عمل کے متعلق جو کچھ لکھا تھا مفتاحی صاحب نے اسے غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن موصوف نے جو دلیلیں پیش کی ہیں وہ خود مفتاحی صاحب کی مؤید ہیں۔ مفتاحی صاحب نے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ عام علماء ہوں یا علماء دیوبند انہوں نے جس طرح جماعت اسلامی والوں پر جرح و تعدیل کی ہے اسی طرح مولانا آزاد، سید سلیمان ندوی اور حضرت

جزئی انکار سے بھی متفق ہوں۔ جماعت اسلامی کے نظام کی تشکیل بالکل جمعیتہ مطلقہ ہند کے نظام کے طرز پر ہوئی ہے۔ آخر جمعیتہ کے نظام میں تو منقلد غیر مقلد اور دیوبندی اور غیر دیوبندی وغیرہ پر عقیدے کے لوگ شامل ہیں۔ پھر جب جمعیتہ مطلقہ ہند میں ایک کی جھوٹ دوسرے کو نہیں لگتی تو جماعت والوں ہی کے بارے میں ہمارے بزرگوں کو یہ اندیشہ کیوں کھلنے جا رہا ہے کہ جو شخص اس جماعت میں داخل ہوا اس کے دین و ایمان کی خیر نہیں یہ تو بریلوی حضرات کا مسلک ہے کہ جس جماعت میں دیوبندی وغیرہ عقیدے کے لوگ شامل ہوں۔ اس کی شرکت حرام ہے۔ ہمارے بزرگوں نے خواہ مخواہ یہ فرض کر لیا ہے کہ جو لوگ جماعت میں داخل ہوتے ہیں وہ کثافت سنت کو اٹھا کر طاق میں رکھ دیتے ہیں۔ اپنی کتاب و سنت سب کچھ جماعت کے لٹریچر ہی کو سمجھنے لگتے ہیں۔ انہوں نے جماعت اسلامی کے لٹریچر کو اس بنا پر قبول کیا ہے کہ وہ ان کے نزدیک کثافت سنت کے مظاہر ہے۔ جزئیات میں کہتے لوگ اس سے اختلاف بھی لکھتے ہیں۔ مولانا کر یا قدسی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک مظاہر المسلم سہارنپور میں دین اور علم دین کی خدمت انجام دی تھی۔ اور سیکڑوں کو اصحاب دستار و سند بنا دیا تھا۔ کیا انہیں اس قدر علمی استعداد اور نوجو بصیرت حاصل نہ تھی کہ وہ جماعت اسلامی کے لٹریچر کی اس خارجیت، جمہوریت، مختاریت اور مصلحت و مگر اپنی کو پہچان لیتے جس سے سہارنپور اور دیوبند، دیوبندی اور مراد آباد اور رام پور کے مستفتیوں اور مفتیوں کو جماعت کا لٹریچر نظر آتا ہے؟

حضرت مولانا محمد میاں صاحب نے ایک مقام پر مدبر تحلی پر برہم ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ جہاں ہر سال تقریباً ڈھائی سو طلبہ کو سند فراغت ملتی ہے مگر ہے ان میں ایک دو ایسے بھی ہوں؟ اپنے ساتھ کی تو ہیں و تدریس کو اپنی ترقی کا زینہ سمجھتے ہوں۔ اپر مجھے ایک واقعہ یاد آیا ایک باغیر مسلم ہندوستانی فوج نے فسادات میں فرقہ واریت سے کام لیا۔ جس کا اعتراف کرتے ہوئے پینڈت نہرو نے سپاہیوں کی مذمت کی۔ اس پر بنا اس کے ایک ہندی روزنامہ نے لکھا کہ اب پینڈت نہرو صرف لیڈر ہی نہیں ہیں جس کا امتیازی وصف اصول پسندی ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایک حکومت کو وزیر عظیم بھی ہیں۔ انہیں ایسی بات زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔

کے متعلق کیوں ارشاد نہیں فرمائی؟ کیا ان کے لئے جماعت اسلامی پر طعن و طنز، تہمت بازی اور بہتان تراشی کی آزادی ہے؟ اور کیا ان کے لئے اللہ جحکم اٹھا کہیں نہیں ہے؟

یہ شک خاکسار ارقام الخروف نے یہ عرض کیا تھا کہ میں بزرگانِ دیوبند کو ملتِ اسلامیہ کے ایک متابع گرداں ہوا سمجھتا ہوں۔ لیکن آخر مفتاحی صاحب کو میرے اتنے ہی الفاظ کیوں یاد رہے؟ یہ عرض کرتے ہوئے میں نے بزرگانِ دیوبند سے جو گزارش کی تھی اُسے مفتاحی صاحب نے کیوں نظر انداز کر دیا؟

آگے چل کر ایک جگہ مفتاحی صاحب لکھتے ہیں:۔۔۔  
”سچ میں نہیں آتا کہ اختلاف رائے کے باوجود کسی کے علم و فضل اور خدماتِ دینی کا اعتراف کون سا بزم ہے؟ اور علماء کے وقار اور اصولی اسلام کے کیوں خلاف ہے؟“

طاہلی صاحب اگر مولانا آزاد کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرنے پر اعتراض کرتے ہیں تو وہ مفتاحی صاحب کی سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن علماء کرام جماعتِ اسلامی والوں کے علم و فضل کی جتنی بھی تحقیر و تذلیل کریں وہ سب مفتاحی صاحب کے دل نشیں ہوتی جاتی ہیں۔ آخر یہ فہم و دانش کی کون سی قسم ہے؟

ایک جگہ مفتاحی صاحب مشورہ دیتے ہیں کہ:۔

”طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ ان کا احترام بھی باقی رہے انکی لغزشوں پر گرفت بھی ہو جائے، اور قلب ان کو نحو الاسلام اور شیخ الاسلام بھی تسلیم کرتا رہے۔ مگر آج یہ روش بد لگتی ہے۔ اب کسی سے اجہاری غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ اب جو کچھ سرزد ہوگا الحاد و کفر ہوگا۔“

مشورے کی پائیزگی میں کلام نہیں حوالہ ہے کہ اس مشورے کو مفتاحی صاحب مولانا آزاد ہی کے ساتھ خاص کیوں فرمائیں؟ اس حق میں دین کے دو سرسخت خدمت گزاروں کو بھی کیوں نہ شامل کریں؟۔۔۔  
اگر مولانا آزاد کی اجہاد سی غلطی الحاد و کفر نہیں تو آخر جماعتِ اسلامی والوں کی ہرجاقت خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اور اگر غلط بھی ہو تو اس کی عملی تحقیق و تاویل اور سبوتاہ تبصیر سے پہلے ہی الحاد و کفر کیوں قرار دے دی جائے؟ اور اگر علماء کرام اور مفتاحی صاحب جماعتِ اسلامی والوں کے

مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جرح و تعقید کی ہے۔ اگر معاملہ کی نوعیت اتنی سادہ اور صاف ہوتی تو وہ اس قدر طویل کیوں اختیار کرتا؟ حقیقت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ مولانا دادا اکبر صاحبِ اصلاحی کا طرزِ نگارش خالص علمی اور تحقیقی ہے۔ بالکل یہی روش مولانا سید سلیمان ندوی مولانا آزاد اور مولانا فراہی کے متعلق صاحبِ قصص القرآن۔۔۔ مولانا حافظ الرحمن صاحب کی ہے۔ لیکن جماعتِ اسلامی کے خلاف دیوبند اور جمعیت کے علماء نے ایک بڑی بڑی ہمد گیر محاذ بنا رکھا ہے اور ان کے خلاف فتاویٰ ۱۰ اشتہارات، مقالات اور میا نائٹ شائع کر کے پورے ہندوستان میں اور بیرون ہند مسلمانوں کو جماعت کے خلاف برکشتہ دیا جا رہا ہے۔ دارالعلوم کے تاریخ لوگوں کے پاس باقاعدہ طور پر اشتہارات اور مسائل بھیجے جا رہے ہیں۔ ان تمام تحریرات کے اصول و اسلوب، لب و لہجہ، الفاظ و مطالب سے مفتاحی صاحب اچھی طرح واقف ہوں گے۔ ان بزرگوں نے اپنے فتووں میں جماعتِ اسلامی کے بارے میں ہر کوئی کے الفاظ اٹھا رکھے ہیں؟ اب تک ملحدوں، بد مذہبوں اور بد عقیدہ لوگوں کے لئے استعمال ہوتے رہے ہیں؟ انتہا یہ کہ مسلمانوں کو کھلا فریاد سنا دیا گیا کہ جماعت کے لوگوں کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اور جماعت میں شریک ہونا اپنے ایمان و اسلام کو برباد کرنا ہے۔ جہاں تک تابو پلا جماعت سے متعلق امر و مساجد کو امامت سے الگ کر دیا گیا۔ مولانا ذکریا قندوسی جیسے بزرگ کو مظاہرِ علوم سے طبعہ کر دیا گیا۔

کیا مذکورۃ العسر بزرگوں کے متعلق بھی علماء کرام کی یہی روش ہے؟ اگر واقعہ یہ نہیں ہے تو مفتاحی صاحب خود سوچیں کہ انھوں نے علامہ صاحب کی تردید کی یا تائید؟  
مفتاحی صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے:۔

”اگر جماعتِ اسلامی کے بعض دوست علماء کے متعلق اپنے بیان میں حق بجانب ہیں تو خدا انھیں اجر و افسر عطا فرمائے۔ اور اگر یہ طعن و طنز ہے، لغت و ملامت جو تہمت بازی ہے تو انھیں اس روئے سے باز آنا چاہئے۔۔۔  
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْمَعْلُوْمِ ۝“

معلوم نہیں مفتاحی نے یہی بات دیوبند اور جمعیت کی بزرگوں

ساتھ اس زیادتی کا ارتکاب کریں تو انھیں مفتاحی صاحب کیوں نہ  
اسی سلامت پسندی کا مشورہ دیں؟ یہ بزرگانِ دیوبند تو بد قسمتی سے  
گروہ بندی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ لیکن مفتاحی صاحب تو درستہ اصلاح  
سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ اس دارالعلوم کی بنیاد اسی گروہ  
بنیوی کی مصیبت کو مٹانے کے لئے استوار کی گئی تھی۔ ان کو تو علم و فضل،  
ایمان و عمل اور خدمتِ دین و ملت کو کسی خاص حلقہ اور گروہ تک محدود  
رکھنا چاہئے تھا۔

مفتاحی صاحب نے اس طرح کے مشورے اور تہذیب و تنبیہ کا  
بار بار اعادہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں،  
”آخر میں عرض ہے کہ دیانت کے ساتھ اختلاف  
مذہب نہیں۔ شرافت و تہذیب کے ساتھ عقیدہ  
ایک شخصِ ضلّہ ہے۔ لیکن غیر جذبات اور  
ذہلی طرز اختیار کرنا سخت قابلِ مذموم  
فعل ہے۔“

کہ ہندوستان کی جماعتِ اسلامی، پاکستان کی جماعتِ اسلامی  
سے کیوں الگ ہے؟ اور اگر اتحاد قائم رکھتی ہے تو اصولِ اسلام  
کے کیوں منافی ہے؟ اور جبکہ جماعت کی حمایت جس شخص  
افراد سے تعلقات کی بنا پر نہیں۔ بلکہ عقیدہ ہستی کی بنا پر  
ہے تو پھر دو حصوں میں تقسیم کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ اور مولانا  
سودھی اور ان کے رفقاء کی حمایت کرنی جماعتی تعلق کی بنا،  
پر کیوں غلط ہے؟ نیز جماعتِ اسلامی نے دکن و ہندوستان  
کے لئے شرائط کے تحت جو طبقات قائم کئے ہیں۔ اس کا حق اسے  
کہاں سے حاصل ہے؟

مفتاحی صاحب کے اندازِ سوال سے ویسا معلوم ہوتا  
ہے کہ جماعتِ اسلامی کا کوئی آدمی ان سوالوں کا  
جواب دے ہی نہیں سکتا۔ اور اچھے تعجب ہو  
کہ یہ موٹی موٹی باتیں بھی مفتاحی صاحب  
کی سمجھ میں نہیں آئیں۔ یہ حال جواب  
عرض ہے۔

بعض مفید اصناف بھی کٹ گئے ہیں مثلاً کشیدہ کاری طلبِ نبوی، مہموں محمدی  
سوانح مصنف و غیرہ وغیرہ۔ کاغذ کتابت و طباعت عمدہ۔ مکمل گیارہ حصے۔  
اس لئے الگ ہے کہ ہندوستان  
اور پاکستان دونوں الگ الگ ملک ہیں  
اور دونوں کے نظام حکومت اور دونوں  
کے احوال و ظروف سب کچھ ایک دوسرے سے  
الگ ہیں۔ اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ دونوں ملکوں کا طریقہ  
کار ایک ہو۔ اور دو جماعتیں ایک ہی موقوف اور مرہمے کے کام کریں۔  
ہر جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ احوال و ظروف کے مطابق اپنا  
موقوف متعین کرے۔ اور اس کے مطابق دین کی خدمت انجام دے۔ اس  
لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ دونوں ملکوں کی جماعتیں الگ الگ ہوں۔

۲۔ اسلام کے اصول جنوں و دیوانگی اور حماقت و بے وقوفی پر مبنی نہیں  
ہیں۔ دونوں ملکوں کی جماعتوں کو اپنے اپنے ملک کے احوال و ظروف  
کو پس پشت ڈال کر ایک ساتھ کام کرنے پر اسلام کا کوئی اصول مجبور  
نہیں کرنا۔ اتنی صاف اور واضح بات آپ کی کچھ میں کیوں نہیں آئی کہ  
جب دونوں ملکوں کی جماعت ایک ہوگی تو میر بھی ایک ہوگا۔ اور اس کی

## ہفت روزہ پوربھل

روزانہ شریک

مجلس شوریٰ بھی ایک ہوگی۔ اور دونوں ملکوں کے حالات استے خراب ہیں کہ ایک امیر دونوں ملکوں میں نہ آمدورفت کر سکتا ہے۔ نہ دونوں ملکوں کے حالات سستے واقف ہو سکتا ہے۔ اور نہ حسب ضرورت اس کی مجلس شوریٰ جس ملک میں چاہے مجتمع ہو سکے۔ ہر امیر کی ایک ملک میں رہ کر دونوں ملکوں کے فرائض ادا کر کے انجام دے سکتا ہے؟ اور دونوں ملکوں کی جماعتیں ایک ہی امیر سے کیسے رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔

۳۔ جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے اغراض و مقاصد بتاؤ جا چکے اب رہا رہنمائی کی بنیاد پر ہمیں کی جماعت کے کسی فسرہ کی حمایت کرنا۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ یہ حمایت اس فرد کی ذات کی کی جاتی ہے یا ان دینی مسائل و خلافیوں کی جو کسی فرد نے پیش کی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ اگر مولانا امین الحسن صاحب کی حضرت مولانا حمید الدین کی کوئی صحیح تفسیری تحقیقات پیش کریں یا مولانا نقشب صاحب یا حضرت مولانا قاسم صاحب یا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نے بیان کیا ہو۔ اور ہندوستان میں اس کی تردید کی جائے اور مولانا طاہر اکبر صاحب اور علماء دیوبند مولانا فخر علی خان اور اکابر دیوبند کی حمایت کریں تو یہ ناجائز ہوگی!

۴۔ جماعت اسلامی نے رکنیت و ہمدردی کے لئے جو شرطیں رکھی ہیں اور ان کے جو طبقے مقرر کئے ہیں ان کا تعلق نظم و ضبط سے ہے۔ جماعت نے کام کرنے کے لئے جن شرائط و طبقات کی ضرورت سمجھی وہ مقرر کر دیئے ہیں۔ آخر جماعت کو اس کا حق کیوں حاصل نہیں ہے؟ جس کے نزدیک جماعت کو یہ حق حاصل نہیں ہے اسے دلائل پیش کرنے چاہئیں۔ کیا جینت علماء اور ولاد احمدیوں میں داخل ہونے اور داخل رہنے کے لئے کچھ قواعد و درجات نہیں ہیں؟ اگر آپ ان کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں تو جماعت کے حق پر آپ کو کیوں اعتراض ہے؟

اس کے بعد مقامی صاحب نے دیوبند اور جمعیت کے بزرگوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حالات کی بنا پر جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تو ماضی میں قید و بند کرنا اور مشدائد برداشت کرنے والے بزرگوں اور اپنے تجربہ کی بنا پر ایک روش اختیار کرنے میں جماعت اسے غلط کہوں کہ اور تھی ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ میں اسے صحیح نہیں سمجھتا کہ جو حضرات کسی نقطے میں سختیاں اور تکلیفیں برداشت کر چکے ہوں ان کی پراہان

دوست ہی ہوگی اور مسلمانوں کو آنکھ بند کر کے ان کے کھینچنے چلنے رہنا چاہئے۔ پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ ایسا جمعیت کے پاس نصب العین اور لاخراعتی عمل کو سنبھالتی ہے؟ جمعیت کی تائیس سیاسی اغراض و مقاصد کی بنا پر عمل میں آئی تھی۔ اب اس نے سیاست سے قطعی علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اور مسلمانوں کو فتنے دیدیساہے کہ وہ کانگریس پارٹی، سوشلسٹ پارٹی، کمیونسٹ پارٹی، مزدور کسان پارٹی اور جس پارٹی میں چاہیں شریک ہو جائیں۔ اس فیصلہ انتشار کے بعد جمعیت کے پاس کوئی بنیادی نصب العین اور طریقہ کار باقی نہیں رہا۔ جمعیت جماعت ہم کے جو کام کر رہی ہے ان کی افادیت سے انکار نہیں۔ لیکن وہ کام ایسے نہیں جن کو اصولی حیثیت حاصل ہو۔ اور ان کو نصب العین بنا کر مسلمان کوئی بلند مقام حاصل کر سکیں۔ پھر زمانے اور ماحول کا مسئلہ تو آپ اٹھا ہے۔ بزرگان دیوبند اور اہل باپ جمعیت تو اس کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ ان کی ہم کی بنیاد تو یہ ہے کہ جماعت گمراہ اور بیہودہ ہے وہ مسلمانوں میں گمراہی اور بے رہی پھیلاتی رہی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس کے سامنے سے بھی دور رہنا چاہئے۔ میں نے ایک مرتبہ محبتی علماء کے ایک نہایت ذمہ دار بزرگ کو خط لکھا تھا کہ آپ حضرات جن مسائل کو بنیاد قرار دے کر جماعت کے خلاف لغزت و نیزاری پھیلا رہے ہیں ان مسائل کی نوعیت تو ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ ان کی بنا پر مسلمانوں کو جماعت سے اس طرح برگشتہ کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے نزدیک موجودہ اور میں جماعت کی دعوت اور اس کی حمد و جہد اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضرب۔ لیکن جماعت جس مقصد کی طرف دعوت دے رہی ہے اور جس اصول و طریقہ پر کام کر رہی ہے وہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ اس لئے آپ سمجھتے ہیں کہ براہ راست جماعت کی مخالفت مفید نہ ہوگی۔ اس لئے آپ حضرات نے یہ صورت اختیار کی ہے۔

پس اگر میرا خیال درست ہو تو آپ حضرات صاف طور پر اصل مسئلہ کو اٹھائیں۔ اور کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ جماعت پر یہ بات واضح کریں کہ اس کی تحریک اور جہد و جہد اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے۔ اس کے جواب میں ان بزرگوں اور نے تحریر فرمایا۔ کہ جمعیت علماء و اصول سے مرعوب نہیں ہے۔ فرقہ پرست غیر مسلم طبقہ اسے مسلم لیگ کا دوسرا لڑائیں قرار دے رہا ہے۔ لیکن جمعیت اسکی پروا نہیں کرتی۔ پروا نہ کرنے کے دھندلے اور تختیوں کی عقیدت کی روشنی میں آپ حقیقت کو کو نہیں دیکھ سکتے۔ صاف اور خالص نظر سے پروا نہ کیا دیکھنے کی کوشش کیجئے ۱۳

# مکتوب محمود

از جناب حلیل حسن صاندوی

(۱) جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد ایک گروہ علماء کی طرف سے عوام کے دلوں میں یہ دوسرا انداز ہی کی جانے لگی کہ مودودی صاحب عنقریب "ہندی" ہونے کا اعلان کرنے والے ہیں۔ اس پر انھوں نے ترجمان میں کئی بار لکھا اور تہری کی۔ یہ اور پھر بالآخر ایک اسی طرح کے شبہ کے جواب میں فرمایا

اس قسم کے شبہات کا اظہار کرنا کسی ایسے آدمی کا کام

تو نہیں ہو سکتا جو خدا سے ڈرتا ہو۔ جسے خدا کیساتھ

اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ

کی یہ ہدایت بھی یاد ہو کہ اِنْبِئْتُ الْکَثِیْرَ اَمِّنَ الْقَوْلِ

اِنَّ بَعْضَ الْقَوْلِ اَشْرُؤُ مِنْ حَضْرَاتِ اِسْمِیْ

کا اظہار کر کے بسند گان خدا کو جماعت اسلامی کی دعوت

سے روکنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ میں نے ان کو

ایک خط لکھا کہ سزا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور وہ سزا

یہ ہے کہ انشاء اللہ میں ہر قسم کے دعوؤں سے اپنا

دامن بچائے ہوئے اپنے خدا کی خدمت میں حاضر

ہوں گا۔ اور پھر دیکھوں گا کہ یہ حضرات خدا کیساتھ

اپنے ان شبہات کی اور ان کو بیان کر کے لوگوں

کو حق سے روکنے کی کیا صفائی پیش کرتے ہیں۔"

(ترجمان — جون ۱۹۵۷ء)

خط کشیدہ الفاظ کو بغور پڑھیے۔ اور پھر حکیم صاحب کی

خدا ترسی و دیانت کا یہ مجروحہ ملاحظہ فرمائیے کہ انہوں نے یہ بات

ثابت کرنے کے لئے کہ مولانا اصلاحی کا جواب اور حکیم صاحب

کے مضمون پر مودودی صاحب کے تشریحی نوٹس آتھامی جذبہ کا

ماہنامہ دارالعلوم۔ محرم ۱۳۷۷ھ میں جناب مولانا

حکیم عبد الرشید محمود صاحب کا مکتوب شائع ہوا ہے۔ جو در

حقیقت مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کے مقالہ —

ترجمان القرآن کے جواب کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس مکتوب

میں جگہ جگہ ترجمان اور دعوتنا اسلامی کی کتابوں کی اقتباسات

پیش کئے گئے ہیں۔ اور اس طسرح اپنے "دعاوی" کو مؤثر بن

کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن حکیم صاحب اس کوشش میں

اس بات کو کیمس فراموش کر گئے کہ اگر کسی غیر جانب دار منصف

آدمی نے ان حوالوں کی مدد سے حکیم صاحب کے اقتباسات

کو اصل عبارت سے ملا کر دیکھ لیا تو وہ حکیم صاحب کی دیانت کے

بارے میں کسی طرح کی رائے قائم کرے گا۔ اور پھر جس گروہ

علماء کی حمایت و حمایت میں انھوں نے یہ روش اختیار کی ہے

اس کی شہرت تقویٰ کو کتنا صدمہ پہونچے گا۔ پھر ان کے قلم کو۔

شاید تقویٰ کے فساد اوائی کے اعتماد پر — یہ بات بھی یاد

نہیں رہی کہ کسی کی عبارت پر سخی کی عالمانہ و حکیمانہ مقرر اض

چلانا اور جوالہ بھی متے جانا خدا کی نظر میں کیسا ہے۔ اور اس

معنی کو کتنا "وزن" حاصل ہوگا۔ میں اس فرصت میں اسی مسئلہ

تقویٰ پر مختصراً کچھ عرض کر دوں گا۔ میں چند نمونے پیش کئے حکیم

صاحب اور دوسرے حضرات علماء دیوبند کو آگاہ کرنا چاہتا

ہوں کہ یہ انداز تو تحریر جماعت اسلامی سے کہیں زیادہ آپ کی

شہرت تقویٰ کو صدمہ پہونچائے گا ہے۔ لیکن افسوس کہ

لوگ ابھی سمجھ نہیں رہے ہیں۔ اور مجھے شک ہے کہ وہ کبھی سمجھنے

کی کوشش کریں گے!!

حضرت موسیٰ کے وقت مقررہ سے پہلے طور پہنچ جائے پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا اور قوم میں فتنہ پھوٹ پڑنے کی اطلاع دی اس آیت پر بحث کرنے کے بعد مولانا اصلاحی دعوت کا کام کرنے والوں کے سامنے اپنا استنباط و استخراج حسب ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

”اس سے معلوم ہوا کہ ایک داعی کا جس طرح یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے احکام و قوانین سے آگاہ کرے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ پورے اجتماع کے ساتھ لوگوں کی تربیت بھی کرے تاکہ اسکی تعلیم لوگوں کے فکر و عمل کے اندر اس طرح راسخ ہو جائے کہ سخت سے سخت آزمائش میں بھی ان پر اس کی گرفت قائم رہ سکے۔ جو داعی صرف تعلیم کے پہلو پر نظر رکھتا ہے اور اس چیز کا شوق اس پر اس قدر غالب ہو جاتا ہے کہ ترتیب کے لئے جو صبر و انتظار مطلوب ہے اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اسی مثال اس جلد باز فلاح کی ہے جو اپنے اقتدار کے استحکام کی فکر کے بغیر مارچ کرتا ہوا بڑھا چلا جا رہا ہے۔ اس طرح کی جلد بازی کا نتیجہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف وہ فتح کرتا ہوا آگے بڑھے گا۔ دوسری طرف اس کے مفتوحہ علاقہ میں جنگل کی آگ کی طرح بجاوت پھیلے گی۔“

آپ اد پر کی عبارت میں خط کشیدہ فقرہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر جناب مولانا محمود صاحب رشیدی کی یہ عبارت پڑھیں فرماتے ہیں کہ۔

”مولانا امین احسن حضرت موسیٰ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی مثال اس جلد باز فلاح کی سی ہے۔ جو اپنے اقتدار کے استحکام کے بغیر مارچ کرتا ہوا بڑھا چلا جائے۔ اور پچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بجاوت پھیل جائے۔ (ترجمان ۲۷ و ۲۸ عدد ۱۸ ص ۵) ہمایک جلیل القدر ہی کے لئے یہ الفاظ کس افتاد طبع اور کس مزاج و مذاق کی تراوش ہیں؟ (رداء العلوی)

نتیجہ ہیں۔ یہ چیز ثابت کرنے اور اسے برہان سے مسلح کرنے کے لئے حکیم صاحب نے مسخ و تحریف کی مقررات چلائی کہ اس کے بغیر اثبات مدعا ہو نہیں ہو سکتا تھا۔ فرماتے ہیں۔

”مولانا کا فرط غضب میں یہ فرمانا کہ میں نے ان لوگوں سے سخت انتقام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ بالکل ناروا ہے۔ (رداء العلوم محرم ۱۹۵۷ء)

دیکھئے حکیم صاحب پہلے کمال تحریف فرماتے ہیں۔ پھر اپنی حرف عبارت کو دائرہ قرین کے درمیان درج کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین طار العلوم اسے سو و سو صاحب کی عبارت تصور کریں۔ اور اطمینان یقین دلانے کی غرض سے کہ یہ واقعات مدعوی صاحب ہی کے الفاظ ہیں۔ اور واقعی انھوں نے علما دیوبند سے سخت انتقام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ترجمان کا حوالہ دیتے ہیں جس کے الفاظ ہم اد پر نقل کر آئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ طریقہ خدا ترسی سے کچھ بھی مناسبت رکھتا ہے۔ اور یہ کہ اس کا نقصان دنیا میں کس کے حصہ میں آئے گا جماعت اسلامی کے حصہ میں یا علما دیوبند کے حصہ میں؟ لیکن افسوس کہ کوئی اپنا آدمی بھی اس طرح کی روش پر دو حرف لکھ کر متنبہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ لوگ اسے عناد پر محمول کرتے ہیں۔ اور تجلی کے صفحات اس پر گواہ ہیں!

(۲) مولانا امین احسن صاحب اصلاحی نے ترجمان القرآن میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور طریق دعوت پر قرآن مجید کی مدد سے مضامین لکھے جو اب کتابی صورت میں گز رہے ہیں۔ اس میں انھوں نے انبیاء علیہم السلام کے طریق تربیت پر گفتگو کی ہے۔ جس میں انھوں نے لکھا کہ سب سے پہلا اور سب سے اہم اصول یہ ہے کہ۔

”داعی کو تعلیم و دعوت کے کام میں جلد بازی سے احتراز کرنا چاہئے۔ اس کو یہ برا بردیکھتے رہنا چاہئے کہ تعلیم کی جو خوراک اس نے دی ہے وہ اچھی طرح ہضم ہو کر لوگوں کے فکر و عمل کا جزو بن گئی یا نہیں؟“

اس اصول پر انھوں نے لمبی گفتگو کی۔ حضرت موسیٰ سے متعلق سورہ طہ کی ایک آیت سے استدلال کیا جس میں

ہوتی ہے۔ نہ آسمان آکسو بہا تا ہے۔ نہ چاند سورج  
گرہن کا مانتی لباس پہنتے ہیں۔ (ترجمان ح ۱۲، ص ۴۰)  
اس پر حکیم صاحب خالص "بریلوی اسلوب" میں عوام  
کو جماعت سے برگشتہ کرنے کے لئے اس طرح تقریر فرماتے ہیں کہ  
مولوی صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں۔  
"ایک سلطان اور نبی بھی اسی طرح مرتا ہے جس طرح  
ایک بھکاری بھرتا ہے۔ نہ اُس پر آسمان روتا ہے  
نہ زمین۔"

اور اس کو داوین کے درمیان درج کرتے ہیں۔ اور  
سباق و سباق سے بالکل کاٹ کر پیش کرتے ہیں۔ تاکہ عوامی امت  
میں اصلاحی صاحب کو مجرم کی حیثیت میں پیش کرنا نامکن ہو جائے  
چنانچہ اس کے بعد مغالیوں تہمرہ فرماتے ہیں کہ دیکھو۔  
"خدا ایک علیہ السلام والادرض حق تعالیٰ عزوجل  
کے متعلق فرماتے ہے ہیں جو ایک نبی پر چسپاں کیا  
جار ہے۔ حالانکہ یہ قطع ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ  
مومن کے انتقال پر زمین جو اس کی جائے عبادت  
ہے۔ اور آسمان جہاں سے اس کے اعمال صانع  
چڑھتے ہیں دونوں روتے ہیں۔"

ملاحظہ فرمائیے حکیم صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں اصلاحی  
صاحب کی عبارت کو سابق و سباق کے ساتھ اگر چڑھا جاوے  
تو اس سے ان کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کسی کی موت و حیات کی  
وجہ سے کائناتی قوانین میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ چاہے وہ  
پیغمبری کیوں نہ ہو۔ حکیم صاحب بھی اتنی واضح بات کو سمجھتے  
ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قرآن کا وہ ٹکڑا پیش کرتے ہیں جو  
فرعونوں کی غصہ قابی کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔ یہ دراصل  
عربی کا ایک محاورہ ہے جس کی تفسیر "سحر نبی" اور کشف  
اور مزید وضاحت کے ساتھ ابو حیان اندلسی کی البحر المحیط ص ۴  
میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مختار یہ ہے  
کہ حضرت موسیٰ کے تمام محبت کے بعد ان کی تکذیب کر بولے  
خدا کی دائمی سنت کے مطابق۔ خدا کی نظر میں جہاڑ بھٹکا کر کھڑے  
ہو گئے تھے۔ جس طرح کسی چمڑے کو آدمی آسانی سے جھٹکا جاتا ہے

قارئین تجلی سے گزارش ہے کہ اگر ان کے پاس  
"کتاب دعوت دین اور اس کا طریق کار" یا ترجمان ح ۲۹  
عدد ۳ موجود ہو تو اس بحث کو وہ پوری پڑھ لیں۔ اور پھر  
اندازہ کریں کہ جناب حکیم صاحب نے عبارت کو مسخ کرنے  
میں کتنی عالمانہ عبارت کا ثبوت دیا ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ  
دارالعلوم کے ناظرین میں سے اگر کسی نے نقل کو اصل سے  
مٹانے کی زحمت اٹھائی تو وہ کیا کہے گا۔ اور علماء دیوبند کے  
بارہے میں کس طرح کی رائے قائم کیے گا۔ جہاں براہ راست  
آیت ما مجملہ پر بحث کی گئی ہے۔ وہاں حضرت موسیٰ  
علیہ السلام کے طور و وقت سے پہلے پہنچ جانے پر نہایت ہی حقیقتاً  
کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے اور وہاں وہ فقرہ سر سے سے موجود ہی  
نہیں جو جناب حکیم صاحب نقل فرماتے ہیں جس پر ہم نے خط  
کھینچ دیا ہے "جلد باز فسخ" کی مثال تو وہ وہاں لائے ہیں جہاں  
وہ پیغمبروں کے طرز پر دعوت دینے والوں کو جلد بازی سے  
روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن حکیم صاحب درمیان کی لمبی عبارت کو  
حذف کر کے "جلد باز فسخ" کو حضرت موسیٰ سے جوڑتے ہیں  
کیونکہ اس کے بغیر عوام کو جماعت کے خلاف مشتعل نہیں کیا  
سکتا تھا۔

(۳) مولانا صدر الدین اصلاحی نے "معرکہ اسلام و  
جاہلیت" میں توحید پر بحث کرتے ہوئے وہ حدیث پیش کی ہے  
میں حضور کے تخت جگر حضرت ابراہیم کی وفات کے دن  
گرہن لگنے کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں بعض حضرات کو یہ گمان ہوا  
کہ یہ گرہن جگر کو شہ رسول کی وفات کا نتیجہ ہے۔ جب آپ  
کو اطلاع ہوئی تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ۔

"چاند اور سورج خدا کی قدرت کے نشان ہیں کسی  
کے مرنے اور جینے سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔  
کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نظام کائنات  
پر کوئی حق اور اثر نہیں رکھتا۔ جس قانون و اختیاری  
کے ماتحت ایک بھکاری مرتا ہے اور زمین آسمان  
اس کا ماتم نہیں کرتے۔ اسی کے مطابق سلطان  
وقت بلکہ پیغمبر بھی مرتا ہے۔ اور نہ زمین اس سے متاثر

”بڑی دقت کے بعد آپ کی مطلوب عبارت دستیاب ہو سکی۔ جس کی نقل ارسال خدمت سے۔ مگر مجھے نہیں معلوم کہ کس نے آپ نے یہ عبارت طلب فرمائی ہے؟ کیا اس کے متعلق کچھ لکھنے کا خیال ہے؟ ایسا ہے تو میں اس کی خلافت کوئی مشورہ تو نہیں دیتا چاہتا۔ مگر اتنا کہ بغیر یہ بھی نہیں سکتا کہ اب ہمارے یہ کرم فرما اندھی مخالفت کے جوش میں اتنا تسکے بڑھ چکے ہیں اور ان کا غمان فکر و فیصلہ خود ان کے اپنے ہاتھوں سے اس طرح چھوٹ چکی ہے کہ ان کو فی الحال مخالف کرنا کچھ بھی مفید نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ انھیں بھی اور ہمیں بھی۔“

بہر حال جب آپ نے طلب فرمایا ہے تو عبارت کی نقل درج ذیل ہے۔

الحب الوطن من اللہ  
حقیقت

ایک مسلمان کو اپیل کرنے والی سب سے بڑی چیز اگر کوئی ہے تو وہ رسولی آپ کی ہدایت ہے۔ مادہ پرستی کے اٹکنے جب مسلمانوں میں وطنیت کے ہلک چڑیم کو پھیلاتا ہے تو نہایت بے باکی سے محبت الوطن من اللہ کی ”حدیث“ گھڑ لائے۔ اور اس سنتِ غریب کو سنتِ رسول کی حیثیت ہے مسلمانوں میں براڈ کاسٹ کرنے لگے۔ اصول روایت کو چھوڑ کر اس دورِ تجدید میں ”انگے وقتوں“ کی ”جو اس“ کون مشتقا سے عقل سلیم اور اصولِ درایت کی کوئی پرکس کر دیکھے گا کیا اس جتنی ہوئی چیز میں سوئی صدی کھوٹ کے علاوہ کوئی اور شے بھی ہے۔

یہ ہے وہ عبارت۔ جس کا حکیم صاحب جیسے صاحبِ شہرت و طریقت ہند گائے حوالہ دیا ہے۔ میں نے اسے جو کتوں

اسی طرح خدا نے ان بے وقت و بے قیمت فرعونوں کو ہلاک کر دیا اور کائناتی نظم میں کوئی معمولی سی تبدیلی بھی نہیں ہوتی۔ نہ۔ ان نے ان کا ماتم کیا نہ زمین نے۔ ہم اتنا لکھ چکے تھے کہ مولانا صدر الدین صاحب کا خط موصول ہوا۔ ہم اس کے ضروری حصہ کو بخود ہم یہاں نقل کرنا چاہتے ہیں حکیم صاحب نے اپنے اس مضمون میں جسے ایک خاص نفسیاتی سبب کی بنا پر ”مکتوب“ کا نام دیا گیا ہے۔ مولانا صدر الدین پر یہ الزام مانا گیا ہے کہ انھوں نے حدیث و اصولِ حدیث کو انگے وقتوں کی بجواس کہا ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے۔

”مولوی صدر الدین اصلاً تاجی جو اکابر

جماعت میں ہیں ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اصول روایت کو چھوڑیے کہ اس دورِ تجدید میں انگے وقتوں کی بجواس کون سنتا ہے عقل سلیم درایت کی کوئی پرکس کر دیکھے کہ آیا اس جتنی ہوئی چیز میں سو فیصدی کھوٹ کے علاوہ کوئی اور شے بھی ہے؟ (دارالعلوم حرم شاہ علیہ السلام) اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔

”اللہ اکبر اصول روایت انگے وقتوں کی بجواس ہے جو اس دورِ تجدید میں کارآمد نہیں۔“

اور اسی طرح کے فقرے میں یہ ”انگے وقتوں کی بجواس“ حکیم صاحب کے قلم دیانتِ رقم سے بار بار اٹھنوں میں تراوش ہوتی ہے۔ بجز تائید ہے۔ ہم حکیم صاحب کے اس اقتباس کو پڑھ کر حیران ہو گئے۔ اور چونکہ ترجمان کا وہ پرچہ یہاں نہ تھا جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نے مولانا صدر الدین صاحب کو لکھا۔ جس کا جواب آج موصول ہوا ہے جو یہ ہے۔

## سردیاں آئیں

مردری اور خواہشات کی کمی عمر کی زیادتی کے سبب بھی ہوتی ہے۔ اور اعتدال سے گزرنے پر بھی۔ کوئی بھی دوسرا لیکن ”عشرتی“ جو بھٹی اور آئور ویدک ادویہ کا بہترین مرکب ہے۔ آپ کو اسی منزل پہلے آئیگی جہاں سے آپ گذر چکے ہیں۔

سردی کا موسم بہترین بنانے کیلئے آزما کر دیکھئے۔  
قیمت صرف چھ روپے۔

ایشیا کیمیکل لیبارٹری ٹیبا محل

دہلی

نقل کر دیا ہے۔ اس عبارت میں منجملہ اور باتوں کے جو خاص بات قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ ہر سہ الفاظ حدیث اگلے وقتوں اور بجاس کو میں نے وادین د میں لکھا ہے۔ اور الحمد للہ کہ چھپا بھی اسی طرح ہے۔ وادین کے درج کرنے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ یہ کسی پڑھے لکھے شخص سے پوشیدہ نہیں۔ اور غالباً حکیم صاحب سے بھی پوشیدہ نہ ہوگا۔ مگر حیب دار العلوم وائے مضمون میں وہ اس عبارت کو نقل کرتے ہیں تو فوائے کلام کے گلے پر چھری پھیرنے کے ساتھ ہی وادین کو بھی ہر جگہ سے حذف کر دیتے ہیں۔

کچھ ایسی بھڑکت انہوں نے دوسری عبارت کیساتھ بھی کی ہے۔ میں نے آسان کے ظاہری انہماک و علم کی نفی کی تھی جیسا کہ موقع کلام کا مقصدناشاہد بھی ہے۔ مگر انہوں نے اس کو باطن پر محمول کیا۔ پھر زمین کے ساتھ میں نے روکنے کے نفل کو منسوب نہیں کیا تھا۔ مگر انہوں نے یہ اصلاح بھی اپنی طرف سے کر دی۔ اور فتویٰ دے دیا کہ یہ انبیاء و کرام کی آیتا وہ فقرہ استعمال کرتا ہے جو قرآن نے اقوام معذبہ کے لئے استعمال

کیا ہے۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لِيُذَاقُوا عَذَابَ اللَّهِ۔  
 دکتوب مولانا ناصر الدین اصلاحی ازرا پیور پورہ (دکتوب پورہ)  
 مولانا اصلاحی کے اس مکتوب کو پڑھنے کے بعد اب مزید حکیم صاحب سے کچھ عرض کرنے کو جی نہیں پاتا۔ البتہ مدیر تجلی سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ حلقہ دیوبند میں "غریب" اب تک نہ ہوئے ہوں اور تو قع ہو کہ ہمارے اکابر علماء و شیوخ اس "مخطا" کو محسوس کر سکیں گے تو انہیں اس بریلوی اسلوب اور اس کے نقصانات کی طرف توجہ دلائیں۔ ۱۲۔

**سیرۃ المنعمان**  
 حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات۔ ایمان افسروز  
 ودلکش واقعات۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے  
 میلے کا پتہ  
**مکتبہ تجلی دیوبند** (دیوبند)



**سعالین**  
 کھانسی، ہر کام اور گلے کی خرابی کو دور کرتی ہے  
 قیمت فی شیشی بارہ آنے



مسرد و دواخانہ (وقف) دہلی

# احسن الوظائف

خاص لخاص درودوں اور دعاؤں کا مجموعہ۔ انکے خواص مراقبہ و مذاکرہ۔ طریقت و شریعت کے امتیاز و تھیفوں کی تزکوۃ نقش و تعویذات وغیرہ یہ رسالہ شائقین وظائف کیلئے آب حیات ہے اور نایاب ہونا جا رہا ہے۔ ہدیہ صرف ایک روپیہ چلکا مجلد ایک روپیہ بارہ آنے۔ عہ۔

**تعلیم الاسلام** اردو بچوں کی ابتدائی تعلیم کیلئے یہ مشہور زمانہ کتاب تعارف کی محتاج نہیں ہے نمایاں حروف میں سفید کاغذ پر چھپی ہوئی بچوں کیلئے بے حد مفید و صاف اور آسان دلچسپ دینی سوالات و جوابات سے مزین۔ قیمت چھار حصہ (عہ) مجلد۔ عہ۔

**علم بیان** اردو اعلیٰ کاغذ پر نفیس کتابت سے چھپی ہوئی اس اہم کتاب کے چند ذیلی عنوان یہ ہیں وجود و موجودات کیسی ملائکہ امراض باطنی علاج ہدایت وغیرہ وغیرہ علم و دست حضرات کیلئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت مجلد۔ عہ۔

**توحید** اردو اسلام کا سب سے مقدم اور ضروری عقیدہ توحید ہے اس کی ضروری تفصیلات اور اسرار و رموز سے واقفیت کیلئے توحید کا مطالعہ فرمائیے۔ قسم اول کے کچھ نسخے ہمیں مل گئے ہیں انکی اعلیٰ ترین کتابت و طباعت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہندوستان میں کبھی لکھائی چھپائی کا اتنا اونچا معیار بھی تھا۔ ہدیہ صرف عہ۔ مجلد۔ عہ۔

**آداب النبی** اردو حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایمان پرور رسالہ جس میں حضرت صلی اللہ علیہ کے اخلاق شمائل اور جلیہ شریف و معجزات وغیرہ اختصار و سلاست کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں ہدیہ صرف عہ۔ اردس آنے

**تفسیر فیض الرحمان** حصہ اول اعوذ باللہ۔ بسم اللہ۔ الحمد اور عوذتین کی دلائل و نیز ایمان افروز اور ہادئہ اردو تفسیر اسرار و رموز اور دلنشین نکات سے لبریز۔ ہدیہ دو روپے آٹھ آنے۔ مجلد۔ عہ۔

مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (دیوبند)

# علماء اور جماعت اسلامی ہند

از عبد الکریم صاحب پارکھ ناگپور۔

زماں کے ذہین علمائوں کے لئے جو عوام کو صحیح دین کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں بہت سی مشکلات کا جھگٹ لگا دے گی اور وہ یہ کہ اسی وقت مسلمانوں کے سامنے ایک ہی عقیدے کی دو جماعتوں میں قلمی جہاد پھڑکانے۔

میں نے جہاں تک علماء دیوبند کو دیکھا ہے وہ بہت سے معاملات میں جو بدعت اور شرک میں غلط ہوتے ہیں کسی نہ کسی طریقہ سے جو از نکال کر عوام کو ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں بھی کرنی شروع کر دی ہیں۔

مست۔ مراء۔ قیام۔ عرس۔ فاتحہ۔ تہیج۔ چیل۔ گیس۔ برسی۔ یاغوش۔ چادر۔ مقہرے۔ جلوے۔ جلوسے۔ اور قہر پرستی کو جو دینے کے لئے جتنی رسمیں جاہلوں کی طرف سے دین میں داخل کر دی گئی ہیں اور اس کے نہ کرنے پر ذہین مسلمانوں کو مزید اور کافر قسم کے الفاظ سے چھلا دیکھ کر کہتے رہتے ہیں۔ اور اس کا ظاہری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام دیوبندی علماء سے دور بھاگتے ہیں۔ صرف اصلاح کی غرض سے علماء دیوبند نے ان لوگوں کو رعایتیں دینی شروع کر دی ہیں کہ وہ قریب آکر ان کی بات سنیں۔

اور یہ حقیقت ہے اور جی مشاہدے سے دیکھی بھالی باتیں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح جو از نکال کر قیام میں کھڑے ہو جانا چاہتے تاکہ عوام میں فساد برپا نہ ہو اور کوئی یار رسول اللہ کہنے کا جو از پوچھے تو یہ کہہ دیا جائے کہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر ہو گا اور اگر کوئی عرس کو پوچھے تب بھی چشم پوشی کر لی جائے اور صرف یہ کہہ دیا جائے کہ یہ باتیں فرحت سے کہنے کی ہیں۔

میں کہتا ہوں اگر اصلاح کا یہی طریقہ آپ کے نزدیک صحیح ہے

آج مجھ جیسے کم علم کو حق بات کہنے پر صرف یہ چیز مجبور کر رہی ہے کہ جہاں تک علمی طبقہ کچھ ایسی کٹ جھتی پر اتر آیا ہے کہ اس نے ماضی کی اپنی دینی خدمت کو ذہین عوام میں شکوک کر رکھا ہے اور صرف یہ نہیں بلکہ یہ کٹ جھتی اب اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ مسلم عوام میں دین سے ناواقفیت رکھنے والا اس سے ناجائز فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ جو کچھ عرض کروں اس سے پہلے اپنی قلمی اور ذہنی ذہنی کو نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔ آج پہلی مرتبہ قلم ہاتھ میں لے کر تجلی کے لئے مضمون لکھ رہا ہوں۔ فائنل مدیر کو یہ اختیار ہے کہ جہاں سے وہ اسے تجلی میں شائع کریں یا نہ کریں۔ کیوں کہ سنت زبان کے اعتبار سے ہمس قوم کا ایک فرد ہوں جو نہ صرف دین ہی سے ناواقف ہے۔ بلکہ اردو زبان تک جس قوم کے افراد ٹھیک سے نہیں بول سکتے جہاں تک میرا جماعت علماء دیوبند اور بریلی اور جماعت اسلامی کا تعلق ہے میں نے ان حضرات کی تصانیف کو بغور دیکھا ہے۔ عقائد کے اعتبار سے علماء دیوبند اور جماعت اسلامی کو میں نے ایک ہی راستے پر پایا ہے اور وہ کتاب اور سنت کا راستہ جس کے لئے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں دین حق کے قیام کے لئے مبعوث کیا گیا۔ اور اس کے خلاف علماء بریلی کو عوام کی دینی کمزوریوں کو گند سے عقائد کی چادر میں پیٹ کر ایک عجیب راستے پر پایا ہے میں گھٹنا ہوں کہ اگر اس زمانے میں انبیاء علیہم السلام کا ظہور ہوتا تو وہ سب سے پہلے موجودہ مسلمانوں کے ان رسمی جھگڑوں کے خلاف جہاد کرتے جسے علماء بریلی نے عوام کے دلخ میں میں اسلام بنا کر پوسٹ کر دیا ہے۔

اب میں اہل مقصد کی طرف لوٹتا ہوں وہ یہ کہ علماء دیوبند اور جماعت اسلامی کی موجودہ کش مکش میرا جہاں تک خیال ہے۔ اس

# چند ضروری باتیں

## خبر دیدار ان تجلی توجہ فرمائیں

تجلی شروع سے اب تک کسی بھی مہینے اپنے وقت سرلیٹ نہیں ہوا،، بلکہ میں رسالے گم ہونے کی وجہ سے، خریداروں سے بارہا کہا گیا کہ اگر انگریزی دس تک پر چند نہ پہنچے تو سمجھ لیں کہ ڈاکو ڈنکی نذر ہو گیا،، دفتر کو اطلاع دیں، دوبارہ پرچہ ارسال خدمت کر دیا جائے گا،، اس کے باوجود بعض خریدار تو یہ سمجھے بیٹھے رہے ہیں کہ پرچہ چھپا ہی نہیں،، اور بعض مہینے کے آخر تک انتظار کر کے خط لکھتے ہیں، دو تونہی صورتیں ہمارے لئے تکلیف دہ ہیں، پھر جب خبر دیداری نہیں لکھا جانا تو اور بھی دقت ہو جاتی ہے،، بلکہ کرم ہماری مندرجہ ذیل معروضات کا خیال رکھیے ورنہ احکام کی تعمیل نہ ہو سکیگی

(۱) تجلی نہ پہنچے تو زیادہ تر زیادہ انگریزی روزنامے کو دفتر لکھیں اطلاع دے دیجیے، خواہ مخواہ کی بدگمانی آمیز باتیں نہ لکھئے،،

- (۲) تحریر حلی لامکان ملاحظیے، اور پرہ خصوصیت سے خوش خطا ہونا چاہئے
- (۳) غیر دیداری آپ کے ہنسی چٹ پر درج کیا جائے، اور دینا سے بچنا اور پرہ لکھنا
- (۴) دفتر جو ضابطہ کے خطوط آپ کی خدمت میں پہنچیں ان میں ردی سمجھ کر جو ایسے فرام کرکھی، بلکہ جو کچھ آکر دینا ہے ذیل لکھیے
- امید ہے آپ ان ضروری باتوں کا خیال رکھیں گے ورنہ تعمیل کی دشواریات
- مہتمم ادارہ تجلی دیوبند۔۔ یو پی۔۔

تو کیا پھر جماعت اسلامی ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے مثال دے مفضل کہہ کر اس سے بے تعلقی کا اظہار کیا جائے۔ اور ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے اور اقامت دین کا کام جو کچھ یہ چھپا کر لائے ہیں ان کے کام میں رکاوٹ پیدا کی جائے۔ یہ بات علماء دیوبند کو دوبارہ غور کرنی چاہئے کہ عوام کو سترے گلے عقائد میں سلوٹ کرنے والی جماعتوں سے تو اتنی رواداری برتی جائے کہ انہیں سارے حق میں بھی کوتاہیاں ہونے لگیں اور اقامت دین کی صحیح معنوں میں جدوجہد کرنے والی جماعت کو اتنا ہر دوپٹا جائے کہ علماء دیوبند خود اپنے ہاتھوں سے ان لوگوں کا کام خراب کرنے لگیں۔ جو بڑی حد تک علماء دیوبند کے بنیادی مقاصد کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ڈرتا ہوں کہیں مضمون طویل نہ ہو جائے۔ اس لئے اب میں خدا کا واسطہ دے کر علماء دیوبند سے عرض کرتا ہوں کہ کم از کم صحیح اسلامی عقائد رکھنے والی جماعتوں سے آپ اختلاف رکھتے ہیں تو رکھیں، لیکن عوام میں ان جھگڑوں کی اشاعت نہ کہتے ہوئے خود ان حضرات سے بات چیت کر کے فلعلمانہ طریقہ پر اپنا معاملہ طے کیجئے۔ ورنہ ہند کے مسلمانوں میں جو کچھ صحیح عقیدہ لوگ ماننے لگے ہیں وہ آپ سے بدلن نہ ہو جائیں۔

اور شرک و بدعت کو مشروع کرنے والی جماعتیں میدان میں آکر آپ کے اور جماعت اسلامی کے اختلاف کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے کام کو اور تیز نہ کریں۔ جماعت اسلامی کی اگر غلطیاں بہت ہی گراہ کن ہیں تب بھی چھپتا ہوں کہ موجودہ زمانے کے ”کلمہ گو مشرکوں“ ”دشہ اشرف علی صاحب تھاؤچی کے الفاظ میں) سے زیادہ گراہ کن نہ ہوں گی۔ اس لئے ان حضرات سے ملاقات کر کے ان کے کام کی غلطیاں انہیں سمجھائی جائیں۔ علماء اگر اس طریقہ پر جماعت اسلامی کو گراہ کن قرار دے کر عوام میں شہور کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے کام میں آسانیاں پیدا کر دیں۔ ورنہ آپ کا رویہ تو کچھ ایسا ہے کہ ان کو ہند میں اپنے کام میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تجلی میں جو کچھ جماعت اسلامی اور علماء متعلق مضمون دیکھے ہیں اس سے دل ڈرتا ہے کہ آپ حضرات نے خوف خدا سے کام نہ لیا تو علماء بدعت آپ کے فتوؤں کا ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ مسلم عوام میں

جماعت اسلامی کی یہ باتیں صحیح ہیں اور انہیں تسلیم کرنا چاہئے۔ ان لوگوں کا کام خراب کرنے کی کوشش نہ کریں۔

# قرآن کی صداقت

تجسلی دیوبند

## قرآن مترجمہ شیخ الہند تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی

گمراہی کے اس دور میں جبکہ قرآن و حدیث کا مضحکہ اڑانے اور باطل دلیلیں لانے میں دشمنان اسلام پیش پیش میں سر بڑھے لکھے مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق علمی دلائل سے واقفیت حاصل کرے۔ برہان التنزیل میں قرآن کی صداقت پر دو سو ایسی دلیلیں دی گئی ہیں جو مخالفین کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب بھی جاسکتی ہیں۔ اردو نہایت سلیس و عام فہم خاص و عام کیلئے یکساں مفید قیمت تین روپے جلد ساڑھے تین روپے مخصوص لوگوں کے لئے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ برہان التنزیل دماغ کو نور قلب کو سرور عطا کرتی جو زمانے کی ضرورت کے مطابق بلند پایہ مضامین کو وضع اور دلنشین طرز سے ادا کیا گیا ہے۔ یقیناً اس کو پڑھ کر ایک طالب صداق قرآن کریم کی حقانیت کے متعلق اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔ ہمارے اسلامی مدارس گروسی کتاب کو اپنے یہاں جلد دیں تو بیشک وہ اسکی مستحق ہے۔

رائے حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کتاب کا طرز استدلال اور اسلوب بیان دلآویز ہے جو مباحث میں اپنی جگہ پر جہاں میں جو دلائل میں وہ تحقیق اور مستحکم ہیں۔

رائے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی برہان التنزیل کی اہمیت اسکی کارآمد بحثیں کا عمدہ اور سلیس بیان اسکے دلائل کی قوت وغیرہ خوبیاں اسقدر اعلیٰ قدر میں کہ زبان سے بہ ساختہ آفریں اور کلمات تشکر شکل جاتے ہیں نہایت ضروری اور مفید ترین مضامین سے لبریز ہے۔

رائے روزنامہ زمزمیندار ایسی حالت میں جبکہ شکوک و شبہات کی تاریکیوں میں چھسکر مچائی کا ہاتھ معلوم کرنا ہمارے زمانہ کیلئے دشوار مورباب ہے۔ سو وقت ایسی لیلو غیر نظر رکھنا گمراہی سے بچنے کیلئے ضروری ہے برہان التنزیل اس مقصد کو بخوبی پورا کرتی ہے۔

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبند)

یہ قرآن اپنی شہرت و مقبولیت کے باعث کسی تعارف کا محتاج نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک اردو میں جتنے بھی مترجم و مفسر قرآن چھے ان سب میں اسکی حیثیت تاروں کے جھرمٹ میں چاند جیسی ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے تمام علم و فضل کی روح اور وسعت کو مختصر اردو خواشی میں اس طرح سمیٹا ہے کہ قرآن کی ہم مباحث میں مفسرین کرائے ہزار ہا نثر و صفحات کی جو کتابیں لکھیں ان کا پتھر اور قابل ترویج رائے سامنے آجاتی ہے بڑے بڑے عالم کیلئے یہ خواشی جھنڈ مفید و دلکش ہیں اسی قدر معمولی بڑھے لکھوں کیلئے بھی نعمت و بہا میں کیونکہ زبان نہایت سلیس عام فہم اور دلپذیر ہے۔ دونوں کیلئے یہ بازار میں نایاب ہو گیا تھا اب تازہ ایڈیشن نئی سچ و سچ سے شائع ہوا ہے۔ متن ترجمے اور خواشی کا ہر ایک سے جیسے ہوئے ایک ایک حرف کوئی گھلوا ٹکا ہوا متن کی زمین خوشنما عثمانی بلاکوں سے اجماعی گئی ہے۔ یہ غیر جلد بیس روپے۔ جلد اعلیٰ جو بیس روپے۔ نوٹ جلد اعلیٰ خصوصاً ایک ملا کر چھبیس روپے سے زائد کا بیچتا ہے لیکن ہم اسے خریداروں کو پورے ۲۵ روپے میں دی۔ پی کر دیں گے گویا تقریباً ایک روپے کی رعایت دی جانے گی امید ہے کہ اہل ذوق حضرات فوری توجہ سے کام لینگے یا درکھے یہ نعمت نادرہ ہر مسلمان گھرانے میں ضرور رہنا چاہئے اور آپ اپنی بیٹیوں کے جہیز میں اسے ضرور شامل کریں اتنی کم قیمت میں اتنی بڑی نعمت ہمیشہ ہاتھ نہیں آتی

مکتبہ تجلی دیوبند  
دیوبند

# گھنٹہ گھونٹ

**اخبار قومی زبان کراچی** پندرہ روزہ - سائز بڑا سلیب کا ہے  
دو کتابت معیاری صفحات ملتا۔

"انجمن ترقی اردو" اپنے نام اور کام کے اعتبار سے غیر منقسم ہندوستان کی مقبول ترین اور ایک نام انجمن ہے جو اردو ادب کے باب میں اپنی مستقل تاریخ رکھتی ہے۔ تقسیم ہندوستان سے پہلے اور اب سب کچھ بنا وہاں جماعتیں اور انجمنیں بھی بٹ گئیں۔

پیش نظر اخبار پاکستانی انجمن ترقی اردو کا آرگن ہے جس کے نگران مولوی سید ہاشمی صاحب اور ایڈیٹر شجاع احمد خان صاحب ہیں۔ عام ادبی پرچموں کی موجودہ روشنی سے ہٹ کر یہ جریدہ عربی اور ہندی افسانوں اور کہتے اور کی عام پسند تفصیلات کو خالی ہے۔ انجمن کی تاریخی ثقافت کے عین مطابق اس میں سنجیدہ و پختہ مضامین اور منظومات شامل ہیں۔

استفسارات کا مستقل عنوان "کافی دلچسپ اور مفید ہے۔ تبصرے و قیام اور میسجری ہیں۔ ۱۶ فروری کے شمارے میں ڈھاکے کے ایک یادگار مشاعرے کی مختصر کیفیت اور انتخاب کلام کافی کشش انگیز ہے۔ پروفیسر آغا صادق صاحب کی نظم "اردو بہت جامع اور قابل تعریف ہے۔ آپ نے اس ایک صفحے کی نظم میں اردو کے تقریباً سارے ہی باتوں اور استادانی مہماروں کے اسمائے گرامی سمونے ہیں۔

مجموعی طور پر قومی زبان ایک سنجیدہ پر مغز اور دلچسپ پرچم ہے۔ سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچم ہر مہینے کا پتہ:-

انجمن ترقی اردو ہسپتال روڈ کراچی ۷ (پاکستان)

ترتیب دینے والے - مصطفیٰ ماہدی - نظم الاسلام

**ماہنامہ معیار** بیسڈ آفس - خندق اسٹریٹ میرٹھ صفحات ۱۷

سالانہ قیمت، پانچ روپے - فی پرچم ۸

اس پرچے کو جاری ہونے کے بعد ابھی پورا سال نہیں ہوا۔

کئی اشاعتیں ہماری نظر سے گزریں اور اس وقت اکتوبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت پیش نظر ہے۔ مضامین کے عنوانات اور تکنیک اور منظومات کی مجموعی حیثیت سرسری مطالعہ سے تو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیتی ہے کہ یہ کوئی "ترقی پسند" پرچم ہے۔ اور ترقی پسندی "مغربی" ذہن و قلم کی مجموعی کاروں سے جو خطرناک نام نہاد صورت اختیار کر چکی ہے۔ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن حقیقت میں معیار کو اس ترقی پسندی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ اس کے تمام مضامین نظم و نثر ایک صالح رجعت پسندی کی طرف مائل ہیں۔۔۔ "رجعت پسندی" ہم نے "ترقی پسندی" کے مقابلے میں خاص طور پر یوں استعمال کیا کہ ہندو بددیہ اصطلاح میں رجعت پسندی کتنی ہی معیوب ہے۔ لیکن اسلام کے شیدائیوں کو جیسے یہ تازہ دیکھا کہ خدا کے فضل سے وہ سبکیوں سال پہلے کے زمانہ کی طرف لوٹنا پسند کرتے ہیں۔

اور یہاں تک رجعت و ترقی کے حقیقی معنی کا تعلق ہے کہ کوئی بھی ان میں ایسی چیز نہیں جیسے مطلقاً اچھا یا بُرا کہا جاسکے۔ صل اور مصداق کے اعتبار سے یہ دونوں اچھی اور بُری ہو سکتی ہیں۔ اور دونوں ایک صحت مند توازن کے ساتھ یک جا ہو کر صحیح معنی میں ترقی یافتہ نمونہ بھی پیش کر سکتی ہیں۔

"مسیار" ایک ایسا ہی پرچم ہے جس میں رجعت و ترقی کا ایک مفید و دلکش آمیزہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت صرف غلیب و داعی کا حصہ ہے یا اس کے لئے وہی لوازمات و ظواہر ضروری ہیں جو عرصہ دراز سے تعینہ شکلوں میں چلے آ رہے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے۔ بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ ساتھ راستے اور زاویے بدلتے رہتے ہیں کسی مملکت میں اگر یہ ضروری ہے کہ وہ خط و ہند کی پرانی پنج اور طرز بیان قائم رکھا جائے تو کسی مملکت میں یہ بھی ضروری ہے کہ

جنس، چند بے بصیرت لوگوں کا اس معاملے میں اقبال پر گتہ صحنی کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی نائینا کسی آنکھ دالے سے کہے کہ تو دکھنا کیوں ہے؟

آدیت اور ترقی کے سلسلہ میں کہتے ہیں:-

”مشکل یہ ہے کہ آدہ پرست انسان خواہ سرمایہ دار بنو یا اشتراکی جہاں کہیں جنسین کو دکھتا ہے فوراً برباد بن کر لپٹتا ہے کہ انسان ترقی کر رہا ہے اور اس میں بنیادی غلطی ہے جو کہ انسانی ترقی کو انسان سے علیحدہ کوئی چیز فرم کر لیا گیا ہے، ورنہ ترقی ترقی پسندی ہی ہے کہ انسان لپٹ کر دار کو بلند کرنے کی کوشش کرے۔ اور مثالی کو دار وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ اپنے کو صیغہ انداز میں رنگ کے تجزیہ نفس اور بین ضرورت زندگی ہے۔ اور تخریب کا ثبات اپنی اہمیت کے باوجود ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ تخریبی نفس کو ساری قدرت کو انسانی مفاد کے لئے استعمال کون کرے گا؟۔ افراد کی اخلاقی تربیت کے بغیر کسی صلح معاشرت کا وجود پذیر ہونا ناممکن ہے۔ ہم دنیا کے ہر اہم کام کے لئے تربیت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن یہ خاص ناپائیدار کا کوشش ہے کہ انسانی معاشرے کی تعمیر کے لئے کسی تربیت کو سزا دیا نہیں جھکتے۔ اور پھر بھی رہتے ہیں کہ افراد میں خود بخود انسانی ہمدردی پیدا ہو جائے گی۔ ہم دنیا کے تمام علوم میں ایسی صداتوں کی تلاش کرتے ہیں۔ لیکن اخلاق دیکھنے کے ایک سطحی نظریہ تخریب و اضافیت کے حوالے کو دیتے ہیں۔ مادی فلسفہ ہم کو اسی راہ پر لے جاتا ہے اور یہی گذشتہ اور موجودہ تمام سماجی نظاموں کی جڑ ہے۔“

نظام اسلامی کے ایجاد کی تہیج کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

”ہم کو تیز ہوسر پر انا جاتی نظام واپس نہیں لانا ہے بلکہ اس مثالی نظام حیات کو قائم کرنا ہے۔ جنس کی مساوات حریت، اخوت، صداقت اور عدالت کے عملی نمونے آج بھی ایک حیرت انگیز ”DEAL“ کی حیثیت رکھتے ہیں ہم کو پھر وہی تیزو کمان اور تیغ دیپروا پس نہیں لاسنے ہیں بلکہ وہ اصول نافذ کرنا ہیں جو داعی امن کے عواقب و فائدہ ہیں۔ ہم کو پھر وہی کر تہ و عمامہ راج نہیں کرنا ہے۔ بلکہ وہ

کلام کا انداز اور وعظ کی تہیج کو نہ سہی جانوں میں ڈھالا جائے۔

جو لوگ مذہب سے بدگمان اور بددین ہی وعظ دینے سے نفور ہو چکے ہیں جن کا اسلام محض نام چاہے کو باقی ہے۔ جو چٹخاروں کے شائق اور دلچسپیوں کے سیما ہیں۔ ان کی اعتقادی اصلاح اور ذہنی تہذیب کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ علاج ان کے پسندیدہ رنگ و ذائقہ کی رو اور مرقوب غذا کے ذریعہ کیا جائے۔ خواہ اس طرح ان کی مشکل اصلاح ممکن نہ ہو۔ لیکن بنیادی اہم تہذیب و تمدن سے ہی بسا قیمت ہے۔

”میٹار“ ایسی ہی اصلاح کی سچی خاص کا آئینہ دار ہے۔ معنایں اور افسانے دلچسپ ترقی آمیز اور نئے اسلوب میں لکھے ہوئے۔ لیکن موضوع و مقصد کے اعتبار سے اسلامی اصول و مصلحت اور فز و فسلح کے خاص۔

کوئی نیک نہیں کہ ہم ٹھہرے اسلامی کسوٹی پر اگر چاہیں تو ”میٹار“ میں بہت کچھ قابل اعتراض بھی ہو سکتا ہے۔ اور شراہ بہت کو جام تو میں نہیں کرنے والے اعتراض بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اعتراض و حرف گیری سے کہیں بالاتر مقام مسرت یہ ہے کہ بعض نالہیں نے نئے زمانے کی نفسیات کا اندازہ لگا کر اسلامی تبلیغ کو نئے جھیلاؤں سے مسلح کرنے اور نئے لباس پہنانے کی طرف توجہ کی ہے اور اس طرح وہ ایسے معلقوں میں اسلام کی آواز بولانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جن میں کسی اور صورت سے یہ آواز پہنچتی نہیں۔

عالم و فانی صاحب بی۔ اے کا مضمون ”اشتراکی نقاد خاص طور پر نہیں پسند آیا ہے۔ اس کی تیسری قسط ہے۔ ایک دو جہاں میں بطور نمونہ نقل کرتے ہیں۔

”ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چرخ مسلطوئی سے شراب و بوسہ

یہی شد او بوسہ ہے۔ جو کبھی فرعونیت تھا۔ کبھی یزیدیت کبھی سہ ماہی داری۔ جاگیر داری اور کبھی اشتراکیت، اسی نفس پرستی کا دوسرا پہلو پاپائیت، ملائمت، پیر پرستی، قبر پرستی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ پھر نتائج کے اعتبار سے پاپائیت اور کلیت بھی اسی جنس میں شامل کی جاسکتی ہے انسان کے ساتھ صرف دو ہی راستے ہیں۔ اسلام یا جاہلیت اس کے علاوہ کسی اور صورت کا کوئی امکان ہی

قرآین دو بارہ جاری کرنے ہیں جو بے حیائی و بدکاری و بدبختی کو ختم کر سکیں۔ ایک انسانیت ہے جس کے لئے ہماری روح تڑپتی ہے۔ اور ہمارا دل بے چین ہے۔ جو عرب کے بدوؤں اور بکریاں چرانے والوں میں نہیں ملتی ہے۔ اور آج کے "روسوں" "مارکسوں" اور ہیگلوں سے ویسی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسلام دنیا کی فطرت ہے۔ وہ انہیں چیزوں کی طرف مائل ہے جو ادبیات فطرت ہیں۔ اور ان چیزوں سے روکتا ہے جو تقاضے فطرت کے منافی ہیں۔ مسلم یا غیر مسلم جو شخص اسلام سے جتنا قریب ہے اتنا ہی انسانیت سے قریب ہے۔ اور انسانیت سے جتنا دور ہے اتنا ہی اسلام سے بھی دور ہے کسی شخص کی رکوشش کہ وہ اسلام اور انسانیت کو دو متباہن چیزیں ثابت کرے قطعی نہیں ہے۔ اتنی ہی پہل جتنی کہ اکثر اکیٹ اور انسانیت کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش۔ یہ بات ضرور ہے کہ ہماری انسانیت محض ڈھکوسلوں، بے اصولیوں جھوٹے دعوؤں اور حیالی منصوبوں والی انسانیت نہیں ہے ہماری انسانیت تین اصول ہتھیں راہ اور مقصد رکھتی ہے۔

**اردو انسانیکلوپیڈیا** جو لوگ انسانیکلوپیڈیا کے مفہوم کے ساتھ اس نام کے انتخاب کو دیکھ کر چونک جائیں گے۔ کہاں سے ماہر و قلم اردو کہاں انسانیکلوپیڈیا کا ماہر و قلم۔ مگر مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اپنے بلند عزم و ہمت کیساتے دشواری کو دشواری نہیں سمجھتیں۔ اور انسانیت کی خدمت میں خار دار راہوں کا سفر شروع کر دیتی ہیں۔

چنانچہ ادارہ ادبیات اردو کے عزم بلند اور عمل سرگرم کا نقش جیسی اردو "انسانیکلوپیڈیا" کی قسط اول کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور اس کا عظیم اہتمام کے انصرام و اہتمام کے لئے ادارے نے جن محنتوں

اور مجلسوں کی تشکیل کی ہے اس کی تفصیلات بھی ۲۲ صفحے کے کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ پیش نظر قسط غالباً ۱۱۲۰ ساڑھے ۱۲۰۰ صفحات پر مشتمل کتابت صاف تھمرے ٹائپ کی ہے۔ کاغذ عمدہ اور سوزوں تر لگا ہے۔ جگہ جگہ الفاظ اور اس کے تعلقات کی تشریح کیلئے پیش قدمی کی گئی ہے۔ جن کی موجودگی کتاب کو مطالعتی (پڑھنے) نقطہ نظر سے یورپ کے ترقی یافتہ معیار پر ہے۔ ادارہ ادبیات کی یہ عظیم کوشش جہاں دنیا کے علم کی ایک شاخ اور خدمت ہے وہاں اس سے یہ بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ اردو دنیا کی آن چند اعلیٰ اور وسیع وسیط زبانوں میں سے ہے جن میں "انسانیکلوپیڈیا" کا تصور عملی دنیا میں لایا جاسکتا ہے۔ انشائیاتی ان معیار میں علم و ادب کو جزائے غیر سے اور اپنی کوششوں میں کامران کہے۔

صفحات ۱۱۲۰ کاغذ سفید۔ طباعت و کتابت دل کش۔

**تواپ** مصنف مولانا ابوالوفا نعیمی قازمی پوری۔ قیمت چھ روپے کاغذ۔ مولوی حبیب اللہ صاحب کٹر۔ جامع مسجد ہزاری باغ۔

یہ کتاب میں اسلامی مسائل کی تیس سو سے زائد تفصیلات دی گئی ہیں۔

اسلامی مسائل کی تبلیغ و اشاعت عام طور پر داخلہ انداز میں ہوتی رہی اور اسلام کی ہرگز کوڑھت ہے بھی ایسی ہی تیز کر اس سے وابستہ ہو کر وہ خط و نصیحت کا انداز پیدا ہونا ظاہری ہے لیکن آج کی تربیت یافتہ جہالت کے دور میں یقیناً ضرورت ہے ایسے انداز تبلیغ کی بھی جو خط و نصیحت سے بھاگنے والے دنیا پرستوں میں اپنا سر چھونک سکے۔

تو آج حدیث کی تعلیم اپنی جگہ بجا اور وہ خط و خطہ اپنی جگہ مناسب لیکن جو مسلمان دنیا کی کسی کوڑھت جالی اوب کے شائق اور وہ خط و خطہ سے دور بھاگنے والے ہیں وہ خط و خطہ کو اپنے کانوں تک پہنچنے

# ڈاکٹری آزمائش

ایک نقطہ دیوار پر اس طرح لگائیے کہ دس گز سے نظر آئے اور بارہ گز سے نظر نہ آئے۔ پھر ایک تولد شرمدر بخت استعمال کیجئے۔ اگر پھر بارہ گز سے نظر آئے لگئے تو یقیناً آپ کی نگاہ میں ترقی ہوئی ہے۔

یہ کب ہوتے ہیں جو کسی بات کا اثر ہو۔ لہذا اگر جیسے مسلمان اپنی ظہری مطلقہ



قسط نمبر ۲۱

نامر عثمانی

# سلسلہ

سلسلے کے لئے تجلی ماہ دسمبر ۱۹۶۷ء تا اگست ۱۹۶۷ء فرمائیے

## باطل پر خوف کا غلبہ

بھروسہ گو کہ تھا اہل وفاقو ساز و سامان پر  
ظفر دیا بی کی امید بیکس لے کر آئے تھے  
مسلمانوں کی قلت اپنی تعدادِ افسراداں پر  
نشاہ انگیز ارمانوں کی پہلے سے کے آئے تھے

میتھے تھے مناسب اسلحہ بھی زور و قوت بھی  
معاوان تھا پیرانا کینہ و بغض و عداوت بھی

مگر جب شیر دل اللہ والے سامنے آئے  
اُبھرتے دلو سے رہنے لگے ناپاک سینوں میں  
قلوب سرکشای ایمان کی سلطوت سے تھریے  
چمک کم ہو گئی ارمان و حسرت کے گینگنوں میں  
دہان قوت و تدبیر سے آتشِ نشانی کی  
ہنسہ کو آزما یا بازوؤں کا زور دکھلایا  
جسے تاحد امکان جاں نثاری سرفروشی پر  
اُجھارا ساقیوں کو تیز دستی سخت کوشی پر

مگر کچھ بھی نہ کام آئی نہ تہااری نہ سقا کی  
نہ زعم قوت بازو نہ دام لکر و چالا کی

مسلمانوں کی تلواروں سے کس بن کر دیئے ڈھیلے  
ہوا ندان شکن پہلا ہی حملہ حق پرستوں کا  
طبیعت ہو گئی چورنگ چہرے پڑ گئے پیسلے  
اثر سے جس کے لشکر کا نپ اٹھا چیرہ دستوں کا  
بہراک ضربت سے اٹھتی تھیں صدائیں انصاف کی  
شکوہ استقامت عظمت کر دار سے پیدا  
جبین و رخ صفائے قلب کی تویر سے روشن  
خدا کی ذات سے امداد کا ایقان کیسا کہنا  
جلاں سرفروشی سلطوت رفتار سے پیدا  
نگاہیں عزم کا منظر ادا ہیں خوف کا مدفن  
کمال جذب کمال قوت ایساں کیسا کہنا

قدمِ محترم آئینہ مستحکم ارادوں کا  
دھک سے جس کی زیرہ آب ہندول کم سوادوں کا  
شریروں کے عزائم پر اُداسی ہو گئی طاری  
اُداسی سیکڑوں بیماریوں کی ایک بیماری

## فراز اور تعاقب

کہاں تھا شہر کی گلیوں میں گھس کر عزمِ قزاقی  
کیا احساسِ ناکامی ہوئے عبورِ پستیابی  
جدھر سے آئے تھے ہندول اسی جانب پلٹ بھاگے  
مگر ان کے تعاقب میں گئے اللہ والے بھی  
رگید اور ننگا ہر گام دو بھر کر دیا ان کا  
مقامِ ذی حسی تک متصل پچھیا کیا ان کا

## نئی چال

یہاں کچھ فوج پہلے سے پڑی تھی کھڑا اڈوں کی  
نئی ایک چال بازی اسکو سکھائی تھی شیطان نے  
کیا یہ تھا کہ لکھے تھے بہت سے جرم کے پتے

(باقی آئندہ)

ہر ماہ تجلی میں مبتلا شاعر شائع ہو رہا ہے وہ فی الحقیقت شائقین کی سیرابی کے  
لئے کافی نہیں اس کے پیش نظر مکتبہ تجلی نے کتابی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور  
کتابت شروع کرادی گئی ہے۔ جلد اول تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہوگی اور کتابت و  
طباعت وغیرہ میں بہتر سروس بہتر معیار پیش کیا جائیگا۔ قیمت پانچ روپے طے کی گئی ہے شائقین  
اپنے آرڈر آج ہی سونگ کر آئیں۔ کیونکہ کتابی صورت میں شائع کرنے کا اصرار  
کرنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے۔ اور ممکن ہے پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ختم  
ہو جائے۔ جو لوگ ۲۸ جنوری ۱۹۵۲ء تک اپنا نام بطور زبردیاد لکھیں گے  
انہیں مکتبہ حصول ڈاک چھوڑ دے گا۔ پہلی ذمت میں آرڈرنگ کرائیے۔  
مکتبہ تجلی - دیوبند (پتی)

# شاہنامہ آئینہ

عامر عثمانی



تجلیوں میں جو اس گم ہیں تیرے عیشِ عالم نہیں ہے  
 ستم کا شکوہ تو کیا کریں گے مجالِ شکرِ کرم نہیں ہے  
 وہ سامنے ہیں مگر تجلی نگاہ سے مہتمم نہیں ہے  
 حیا کی دو شیزگی سلامت نظر بھی پرے سے سوزم نہیں ہے  
 جسے پذیرائی ستم میں خوشی کا پہلو بہم نہیں ہے  
 وہ دلِ حقیقت میں دل نہیں ہی وہ تم حقیقت میں غم نہیں ہے  
 مسائلِ میثقی ہیں واعظ یہاں نفاق بہم نہیں ہے  
 تری سیاست تجھے مبارک یہ یکدھرم نہیں ہے  
 نشاطِ ظاہر کی محفلوں میں وہ اس لئے محترم نہیں ہے  
 تمہارا عامر مجھ لکھنے فلام و ام و درم نہیں ہے  
 منانیت ضبطِ اہلِ غم کو سکوں پہ محمول کرنے والے  
 اسی میں سوتے ہوئے ہیں طوفانِ جوا کھٹا ہر میں تم نہیں ہے  
 تیرے ہی درامنوں کے حق میں کلفت کی اک نظر بھی کافی  
 وہ کیا غم پیش و کم کریں گے انہیں سریش و کم نہیں ہے  
 ہمیں تو سیل جنوں کی رو میں وہیں سے شکل ہو گذرنا  
 طلب کے پریچ راستوں میں جہاں کہیں پریچ و تم نہیں ہے  
 خوشایہ حسن کمالِ مطرب ٹہر گئی گردشیں زمانہ  
 فضا میں یونہی بخود ہیں نغمے کہ فرصت زبردوم نہیں ہے  
 لکھ گئے بے شمار دفتر مگر وہ اک خاص رازِ فطرت  
 ہے جسکی تعبیر لفظِ الفت کہیں تک کہیں نہیں ہے  
 جنوں کی شدت میں اہلِ دل کو دو فانی تو فانی کیسا لگی  
 اگر محبت کی سہر بندی دماغ پر مر ستم نہیں ہے  
 مری جین سخنِ پامریاں ہے میرا ہی عکسِ باطن  
 مرے سخن میں کار فرما عوام کی مدح و ذم نہیں ہے

# عقل

(عنوانِ حپتی)

ہلکی سی توجہ دیتے ہیں سہم سا اشارہ کرتے ہیں  
جب تک غلش نہ لگتی ہے شہسے کو اجبار کرتے ہیں  
توہینِ محبت کرتے ہیں جو وصل کی حسرت کرتے ہیں  
عرفانِ محبت ہے جن کو فرقت ہی گوارا کرتے ہیں  
لے کر ویش دوراں یوں بھی کہیں آتے ہیں تیریاں  
کوئین پہ چھا جانے والے گوشوں میں گزارا کرتے ہیں  
لے کر راحتِ ساحل کے بندہ و اہم عزم و عمل کی قربان ہیں  
خود ڈو کے طوفان میں اکثر اوروں کو اجبار کرتے ہیں  
کیا آبلہ پانی کا کھٹکہ۔ کیا راہزنی کا اندیشہ  
منزل کی طرف بڑھنے والے ہر جہر کو ارا کرتے ہیں  
ہو عقل تو دل کے زخموں سے انسان کو سبق یہ ملتا ہے  
جب دورالم پر ور آئے ہنس ہنس یا گزارا کرتے ہیں  
افسانہ جنابِ عنوان کا اتنا تو کوئی ان سو کہد سے  
فرقت کی الم پرور راتیں روئے کے گزارا کرتے ہیں۔

# عقل

(انتزہ جلیلِ نظمی)

حضورِ حسن کے اظہارِ انکسار نہ کر  
جلالِ عشق نہ کھو خود کو بے وقار نہ کر  
خراب حال ہوں مجھ کو خرابے پہنچے  
تو اپنے جیب و گرمیاں کو تار تار نہ کر  
نہ دیکھ بادہ گسار و نکلا ست آنکھوں سے  
سرورِ جام کو محفل میں شرمسار نہ کر  
جہاں میں ہم ہی نہیں جو رنار و اسکے لئے  
ہمیں پہ دو دو فلک وار بار بار نہ کر  
نہ چھیڑ ساز تمنا کو مطربِ الفت  
قرار دل کو نہیں اور بے قرار نہ کر  
کمی کا ساتھ زمانہ کبھی نہیں دیتا  
ہزار محبت ہو یہ اور اعتبار نہ کر  
گزار صلح و شجاعت کی زندگیِ نظمی  
شکار خود بھی نہ ہو اور کو شکار نہ کر

## عبدالمجید حیرت

یوں ہی کوئی خاموش نہیں ہے	دل میں وہ پہلا جوش نہیں ہے	دل تو نوا پیرا ہے لیکن	کوئی سراپا گوش نہیں ہے
آہ یہ دورِ جام کہ جس میں	نامِ محبت اکثر لیب پر	گلشن میں لے گلشن والو	لیکن داغِ خوش نہیں ہے
سب ہیں تیرے لیکن حیرت	تو ہی محبت گوش نہیں ہے		

# دربارِ خداوندی میں انسانیت کی فریاد

از عتاب بر کرمی - بتیاسوی

تیرے دربار میں فریاد لئے آئی ہوں دیکھئے ہستی پر یاد لئے آئی ہوں  
 سچا لگوں مری آہوں کا فسانہ تیرے سے میرے مولا دلِ ناشائے آئی ہوں  
 تجھی پوشیدہ مری حالت پر یاد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں  
 ایک دن غلامی مستحق ہو گئی تھی میں ہندو لو کی مساوات پر مغرور تھی میں  
 ذرہ ذرہ کے دلوں پر تھی حکومت مری غریبی نسبت پر مغرور تھی مسرور تھی میں  
 آج وہ ظلم اٹھائے جس کو کچھ یاد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں  
 کل ہی لوگ مرے کس شیدائی تھے مری بھروسہ اور جانی کے یہ سودا ہی تھے  
 لگو ہی جاہن تمدن کا لقب حاصل تھا میں تاشا تھی یہ سب ہلکا شانی تھے  
 آج مجھ پر ہی روا کوں ہی سید اور نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں  
 دوسروں کے گھر اپنا شادیتے تھے ناتواؤں کیلئے خود کو شادیتے تھے  
 دوا ڈرتے تھے غریبوں کی پکاریں نہ کرے ناموس پر سر اپنا کمارتے تھے  
 آج مجھ سا بھی کوئی دہریس بر باد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں

ادج پر تھی کبھی ایشا پرستی اپنی رشک صدر رشکے قابل تھی یہ تھی اپنی  
 اچھو کلمہ و تم رنج و الم کچھ بھی نہ تھا گویا سر دوسرے کھل تھی یہ تھی اپنی  
 کج عدت سے یہ تھی مری آباد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں  
 ایک طرف لگا ہوسا مان بھگا کاری ہے ایک طرف بھوکتے انسان کا ناداری ہے  
 ہلکے تقدیر کوئی بھوکتے مر جانا ہے رات دن ایک طرف نکلے غم غماری ہے  
 آج کیوں رنج و الم سے کوئی آزاد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں  
 اس تشہد کے زلمے کو شکانے یاد آ! آگ دینے متفرس لگا ہے یارب!  
 اہر میں زادوں کو ایک شک ہی لگے پھرے انسان کو انسان بنا دیا یارب!  
 دیکھ مولا! تری دنیا میں کوئی شاد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں  
 پھر فریبوں کے تقدیر کو بگا دی یارب! آج کے زمانے کو فردوس بنا دیا یارب!  
 پھر فریبڑی ہی دنیا کو بیا دیا یارب! رات دن انسانک نشانی کا مسلا دیا یارب!  
 مے آقا تری دنیا میں کوئی شاد نہیں  
 کیسے فریاد کروں طاقت فرما ذہن میں

رہنے دے اپنے حال پہ لے چارہ گھر مجھے  
 اللہ اُٹھ کے تمام لے درجہ گھر مجھے  
 وہ سنے پلا کہ نشہ ہے عمر بھر مجھے  
 ہمت دلا رہی ہے تمہاری نظر مجھے  
 جانے سے روکتی ہے تری رہ گزرتے  
 صد جام در کنار ہے جام نظر مجھے  
 میں کون ہوں کہاں ہوں نہیں کچھ خبر مجھے  
 جنتیسا ایسا لگیا جب راہ بھر مجھے

دیتا ہے لطف خاص درجہ گھر مجھے  
 ان کی نظر سے دیکھ کر اچا ہتا ہوں میں  
 ساقی! ہر تجھ کو تیر ہی آنکھوں کا واسطہ  
 کہہ جاؤں تجھ دی میں اگر کچھ خطا معاف  
 مجھ کو نکالتا ہے کچھ اس کی خبر بھی ہے  
 ساقی یہ اپنے ساغر و مینا بچھ نہ دے  
 تکمیل تجھ دی بھی ہے شاید تقاضا عشق  
 راہ سخن میں کیوں نہ چلوں غرش بے فطر

عش  
 عرش مونگیری

Summa  
Durre Najar  
Durr-e-Najar

دُرِّ نَجَارِ



یہ سرمہ آنکھوں کے تمام امراض نامتو و ضعیف بصارت و ہند خفاش موتیا عیالاً بخولاً رتونا ابرو بال اور سرخی وغیرہ کیسے تیر تیرید ہے۔ ہر عمر میں فائدہ دیتا ہے ایک قسم طبی نسخے  
تیار کیا جاتا ہے جس میں تیسے مونی اور دیگر قیمتی اجزاء شامل ہیں۔ دس سال سے بڑا ہون ضرور ممکنہ کو وہ مہہ بخار ہا ہے اگر کسی نگاہ درست تیب بھی اسے استعمال بھیجئے کے عرقے آجڑی  
حصہ تک نگاہ کو قائم اور صحت رکھیں گا۔ نہایت مضبوطی و پاکیزگی اسے اثرات مختلفہ طاوہ تازہ۔ ایک ٹولہ کی شیشی کی قیمت پانچ روپے چھٹا شش کی شیشی کی قیمت تین روپے علاوہ دوا کے  
یکسٹ میں شیشیوں کے نکلے اور محصول سمعا۔ ایک یا دو شیشی پر ایک ہی محصول لاکھ ہو گا یعنی ۴۴ جو سرمہ کی قیمت کے علاوہ ہے۔ نوٹ { سرمہ کے عوارض بھی جانی ہے جس کی قیمت عربیہ

چند تعریفی خطوط کی نقلیں ملاحظہ فرمائیے

یہ رائے وہ نگاہ اس سرمہ کو استعمال کریں۔  
**ساہو جوالا سرن صاحب** سائنس عظیم مراد آباد و ممبر کونسل  
 میں نے سرمہ نجف کا استعمال کیا مہارہ ۲۰ مفید پایا۔  
**خان بہادر مولوی حاجی حکیم محمد علی خاں صاحب**  
 عرف کہ میاں رئیس اعظم  
 سرمہ نجف بہت عمدہ سرمہ ہے میں نے بہت سے شخصوں  
 کو دیا انھوں نے استعمال کیا اور بے حد تعریف کی۔  
**حضرت مولانا مولوی سید اسماعیل صاحب**۔ آئی  
 پیش امام جمعہ جماعت امامیہ بلگرام  
 میں نے سرمہ نجف استعمال کیا۔ بصارت کو جلا دینے  
 میں بہت مفید پایا۔ امید ہے کہ جو اسے استعمال کریں  
 وہ میرا ہنوار ہے گا۔

میں پہنچا ہوں۔  
**ڈاکٹر ظفر یار خاں صاحب** ایم جی آئی این ایم آئی  
 رما انولٹری سرجن لکھنؤ  
 سرمہ نجف آنکھوں کی بیماریوں کیلئے بہت فائدہ مند ہے  
 میں نے بہت سے مریضوں پر استعمال کیا۔ اس کے  
 استعمال سے آنکھوں کی روکھٹا میں ترقی ہوتی ہے۔  
**حکیم کہنیا لال صاحب** وہ بہار نیپور  
 سرمہ نجف اکثر بیضوں کو دیا گیا اور اس کے استعمال  
 سے ان کو فائدہ پہنچا سرمہ نجف آنکھوں کے امراض کے  
 واسطے نہایت مفید ہے۔ میں بینک سے سفارش کرتا ہوں  
 کہ اسکے استعمال سے فائدہ اٹھائیں۔  
**ڈاکٹر انعام الحق صاحب** ایل ایم ایس جیو بینک  
 ایف۔ آر۔ سی بی ایس۔ میںیں ماہرہ  
 میں نے سرمہ نجف کو اپنے بہت سے مریضوں پر استعمال کیا  
 آنکھوں کے امراض میں مفید پایا میں ہمیشہ ہر شخص کو

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی  
 صدر حصہ علیہ و عہدہ  
 ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کا سرمہ اس وجہ مفید ہے کہ  
 اس کی توصیف میں آپ جو جابہاں میری طرف سے لکھتے ہیں  
 میں اس کی تصدیق کروں گا۔  
**مولانا شبیر احمد صاحب** عثمانی رح تحریر فرماتے ہیں  
 میں نے سرمہ نجف استعمال کیا اور دوسرے اعتراضات کو  
 استعمال کرایا قبل اسکے بہت سے سرمے میں نے استعمال  
 کے سب سے اچھا اور بہتر اسے پایا۔ مجھے امید ہے کہ جو شخص  
 اسکو استعمال کرے گا وہ میرے بیان کی تصدیق صرف  
 زمان سے نہیں بلکہ آنکھوں سے کرے گا۔  
**مولانا قاری محمد طیب صاحب** مستتر العلوم دیوبند رقمطراز ہیں  
 میں نے یہ سرمہ استعمال کیا۔ آنکھوں کو قوت و اجلا دینے  
 میں مفید پایا۔ امید ہے کہ اہل بصیرت اس بصارت افزا  
 سرمہ کا استعمال کر کے اسی نتیجہ پر پہنچیں جس پر وہ تجربے کے

انکے علاوہ بھی اور بہت سے خطوط موجود ہیں

بندوستان کاپتہ دار الفیض رحمانی دیوبند ضلع سہارنپور۔ یو پی

پاکستان کاپتہ دار شیخ سلیم اللہ صاحب پی پی جٹ لینڈ لائسنز کراچی پاکستانی مطبوعات اس پتہ پر قیمت سرمہ مع محصول لاکھ ادا کر کے رسید سنی آڈر ہیں بھیجیں